النور
المکتب

بریلی شریف

اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ اَہلَ الْبَیتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا

إصلاح الفكر لمن قال بان نسبة الخطإ من الوزر

خطائے اجتہادی

صفت مدح ہے، صفت عیب نہیں

محمد راحت خاں قادری

دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ بریلی شریف

قومی نائب صدر تحریک فروغ اسلام

المکتب النور

بریلی شریف

mrkmqadri@gmail.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب عربی میں	إصْلَاحُ الْفِکْرِ لِمَنْ قَالَ بِأنَّ نِسْبَۃَ الْخَطإِ مِنَ الْوِزْرِ
نام کتاب اردو	خطائے اجتہادی صفت مدح ہے، صفت عیب نہیں
مرتب	محمد راحت خاں قادری
صفحات	82
تعداد	1100
سنِ اشاعت	1441ھ/2020ء
ناشر	المکتب النور بریلی شریف

فہرست

انتساب

ملت اسلامیہ کے اُن درد مند علما و مشائخ اور سادات کرام

کے نام

جو حق گوئی، حق پسندی اور حق شناسی

پر جینے اور مرنے کا جذبہ رکھ کر اپنے قدموں کو آگے

بڑھانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں

گدائے درِ اہلِ بیت و صحابۂ کرام

محمد راحت خاں قادری غفرلہ القوی

دار العلوم فیضانِ تاج الشریعہ، بریلی شریف

مسئلہ فدک اور خطائے اجتہادی

حضرت مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی دامت برکاتہم العالیہ
نوری دارالافتا، مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم:

اما بعد!

چند ماہ سے پوری دنیا کروناوائرس کی زد میں ہے۔لاتعداد اموات واقع ہو چکی ہیں، مزید سلسلہ جاری ہے۔دنیا بھر کے انسان اس کروناوائرس سے اپنی جان بچانے کی احتیاطی تدابیر میں مصروف ہیں۔وہیں بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑھ رہا ہے کہ مسلمانان اہل سنت اس وبال جان کروناوائرس کے ساتھ ایک اور مہلک ایمان ومضر اعمال وائرس بنام رافضیت سے نبرد آزما ہیں۔یہ وائرس اہل سنت میں بڑی تیزی سے پھیلتا جارہا ہے۔جاہل گدی نشینوں کے یہاں نشو ونما پاکر مال وزر کے حریص و خدانا ترس گندم نما جو فروش، نام نہاد سنی علما کے ذریعہ اس وائرس کو فروغ مل رہا ہے۔اس کی ایک بڑی مثال موجودہ مسئلہ فدک ہے جس کے ذریعہ چند نام نہاد سنی علما نے اہل سنت میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔رافضیت نواز علما مسئلہ فدک میں اس قدر پھدک رہے ہیں کہ سیدہ کائنات کو معصومہ عن الخطا قرار دینے پر تلے ہیں۔حالانکہ یہ صرف انبیائے کرام اور فرشتوں کا خاصہ ہے غیر انبیا ورسل وملائک کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔لہٰذا معاملہ فدک میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے خطائے اجتہادی کا صدور ہوا جو کوئی برائی وعیب کی بات نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے معتقدات ونظریات میں سے ایک عقیدہ ونظریہ یہ بھی ہے کہ انبیائے کرام وفرشتگان عظام کے سوا کوئی معصوم عن الخطا نہیں۔اہل بیت

اطہار وصحابہ کرام محفوظ عن الخطا ہیں۔لیکن انبیائے کرام اور اصحاب وآل نبی سے خطائے اجتہادی کا وقوع ممکن ہے۔اور خطائے اجتہادی موجب عذاب وعتاب نہیں بلکہ مورث اجر وثواب ہوتی ہے۔اور یہ اہل سنت کا متفقہ نظریہ ہے۔

زیر نظر کتاب ''خطاے اجتہادی صفت مدح ہے صفت عیب نہیں'' اسی مسئلہ کی تفصیل پر مشتمل ہے۔کتاب کی تخلیق محب گرامی قدر عالی وقار محترم حضرت مولانا مفتی محمد راحت خان قادری صاحب قبلہ دام ظلہ نے فرمائی ہے۔

کتاب کے مندرجات پڑھ کر قلب لطف اندوز ہوا اور طبیعت محظوظ ہوئی۔

موصوف نے اپنی تحریر منیر سے احقاق حق کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہے۔خطائے اجتہادی کو خطائے معصیت قرار دینے والوں کے لیے یہ کتاب درس عبرت ہے۔

موصوف نے اپنے استدلال میں آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اقوال محدثین وفقہا اور افادات رضویہ پیش کر کے مسئلہ کی خوب تر وضاحت پیش کر دی ہے۔اور اہل سنت وجماعت کے متفقہ نظریہ عصمت وحفاظت کی بروقت حفاظت فرما کر ایک غیرت مند سنی عالم دین ہونے کا فریضہ سر انجام دیا ہے۔موصوف اس سے پیشتر بھی کئی اہم اور حساس موضوعات پر خامہ طرازی فرما چکے ہیں۔موصوف کی کئی اہم علمی وتحقیقی کتابیں منظر عام پر آ کر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔

دعا ہے اللہ پاک اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب وعترت رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے صدقے موصوف کی اس مبارک کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول تام فرما کر مقبول خاص وعام فرمائے۔اور اہل سنت وجماعت کو مہلک ایمان وائرس رافضیت سے محفوظ ومامون فرمائے۔مذہب اہل سنت وجماعت مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے اور مذہب ومسلک کی خوب خدمت وترویج کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

یکے از غلامان اہل بیت واصحاب کرام:

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

نسبتِ خطائے اجتہادی کو گستاخی پر محمول کرنا جہالت ہے

مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی حفظہ اللہ
فخراز ہر دارالافتا والقضا، ہاسپیٹ کرناٹک

اس وقت میرے پیش نظر خطائے اجتہادی سے متعلق ایک کتاب کی پی ڈی ایف ہے جو حالات حاضرہ کے تناظر میں مرقوم لکھی گئی ہے اس کتاب کا عربی نام ''اصلاح الفکر لمن قال بان نسبۃ الخطأ من الوزر'' اور اردو نام ''خطائے اجتہادی صفت مدح ہے صفت عیب نہیں'' رکھا گیا۔اس کا مطالعہ کیا یقینا کتاب اپنے موضوع پر مدلل ہے جس کے بعد مزید دلائل و براہین پیش کرنے کی قطعی حاجت نہیں ''العاقل یکفیہ الاشارۃ''۔

کتاب ایک مقدمہ تین فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے اور ہر فصل کے تحت جو دعوی مذکور ہے وہ دلائل و براہین سے متحقق ہے، اس تحقیقی رسالہ کے مطالعہ نے آنکھیں نور بار کردیں۔ ہر انصاف پسند و سنجیدہ مزاج قاری مطالعہ کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ جنہوں نے خطائے اجتہادی کے انتساب پر واویلا مچا کر آسمان کو سر پر اٹھا رکھا اور صاحب انتساب پر ہرجا سرائی کے مرتکب ہوئے ہیں بلکہ اس حمل کو گستاخی وتوہین پر محمول کررہے ہیں وہ یا تو نرے جاہل ہیں یا عصبیت و تنگ نظری کے شکار ہیں یا کوئی دوسرا انتقامی جذبہ کارفرما ہے ورنہ اتنی بڑی جسارت نہ کرتے کیونکہ اگر اس اطلاق کا توہین دائرے میں ہونا تسلیم کرلیا جائے تو جن علوم وفنون کی کوہ ہمالہ شخصیات نے حضرت داؤد علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی جانب خطائے اجتہادی کے وقوع کا انتساب کیا ہے ان کے متعلق کیا کلام ہوگا جب کہ یہ گروہ انبیا سے ہیں جن کے معصوم عن الخطا ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے انبیا و رُسُل اور ملائکہ کے علاوہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گناہوں سے محفوظ فرماتا ہے۔

مؤلفِ کتاب محب گرامی حضرت علامہ مفتی محمد راحت خان قادری زیدت معالیہ

ایک عمدہ قلم کار، ماہر محقق، راسخ مفتی اور بہترین ادیب ہیں آپ کے اس سے قبل بھی مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات نے منظر شہود پر آکر موصوف کی عبقریت کا لوہا منوایا ہے۔ ہمارے نزدیک تو ان کا بڑا کمال اور اعلی خوبی یہ ہے کہ مسلک حقہ مسلک اعلی حضرت کے بے باک ترجمان ہیں اور اپنے شیخ و مخدوم پر دل و جان سے شیدا ہیں اللہ عزوجل انہیں مزید توانائیاں عطا فرما کر دارین میں سرخروئی سے ہمکنار فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ و محدث کبیر
خادم فخر از ہر دار الافتا و القضا ہاسپیٹ بلہاری کرناٹک الہند

پہلے اِسے پڑھیں!

۲۰۱۰ء کی بات ہے کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ایک فتوی پر کچھ لوگوں نے طوفانِ بدتمیزی برپا کردیا تھا وجہ یہ تھی کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے سائل نے جو سوال کیا تھا اس میں فوائد الفواد شریف کی عبارت سے یہ استدلال کیا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجدۂ تحیہ کے جواز کے قائل تھے تو آپ نے اس کا مفصل و مدلل تحقیقی جواب تحریر فرمایا اسی جواب میں یہ عبارت بھی شامل تھی:

''اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہا پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اور حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطا سرزد ہوگئی نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا''۔

اس عبارت پر کچھ ناسمجھ لوگوں نے آسمان سر پر اٹھالیا اور طرح طرح سے اعتراض کرنے لگے یہاں تک کہ وہ لوگ جو بدعات وخرافات میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے اپنی جہالت وہٹ دھرمی کی وجہ سے اختلاف رکھتے ہیں یا جن کو کسی دوسری وجہ سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے بغض وحسد تھا ان کو ایک موقع ہاتھ لگ گیا اور وہ معاذ اللہ اسی عبارت کی وجہ سے حضرت کو محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کا گستاخ کہنے لگے اس وقت میں نے ان کے اس فاسد خیال کے رد میں ایک رسالہ ترتیب دیا اس کا عربی نام حضرت مولانا محمد شہزاد عالم رضوی استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے مشورہ سے ''إصلاح الفکر لمن قال بأن نسبۃ الخطإ من الوزر'' اور اردو نام احباب کے مشورہ سے ''سنانِ قادری'' رکھا۔

اب حالیہ دنوں پھر ایک سلسلہ چل پڑا ہے کہ ایک عالم نے مطالبۂ باغِ فدک کے بارے میں خطا کی نسبت شہزادی رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب کردی جب سے ان کے اس بیان کی کلپ عام ہوئی تب سے رافضی اور نیم رافضی

قسم کے لوگ ان کو طرح طرح سے گالیاں دینے لگے ہیں۔ خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے والے عالم کو معاذ اللہ! ولد الزنا، نطفۂ نامعلوم، مردود، حرامی، حیضی بچہ، ولد الحرام، منافق، شیطان، ناصبی، یزیدی، گمراہ، لعنتی جیسی گالیاں دی گئیں۔

افسوس کی بات یہ کہ بعض سنی بھی جذبات کی رَو میں بہہ کر طرح طرح سے اس سنی عالم کا رد کرنے لگے اور ان کو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ کا گستاخ اور بے ادب کہہ کر ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کرنے لگے۔

ناچیز فقیر قادری نے شریعت مطہرہ، اقوال خلف وسلف کی روشنی میں یہ چند صفحات صرف اس نیت سے تحریر کیے ہیں تا کہ احقاقِ حق ہو جائے اور جو محض خطائے اجتہادی کی نسبت کی وجہ سے کسی کو گمراہ وگستاخ اور بے ادب کہنے لگتے ہیں ان پر حق واضح ہو جائے میں نے اس کا عربی نام وہی "إصلاح الفكر لمن قال بأن نسبة الخطإ من الوزر" رکھا تا کہ اس کو اسی پہلے رسالہ کا ایک جز قرار دیا جاسکے اور اردو نام "خطائے اجتہادی صفت مدح ہے، صفت عیب نہیں" رکھا، (صفتِ مدح مجتہد کی اس کاوش کی طرف نظر کرتے ہوئے جس پر اس کو ایک اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے) جو لوگ تعصب کے بغیر محض تحقیق حق کے خواہش مند ہوں وہ اس کے اگلے صفحات کا مطالعہ غیر جانب دارانہ طور پر کریں اور خود فیصلہ کریں کہ اس معاملہ میں حق کس کے ساتھ ہے۔ خدائے تبارک وتعالیٰ ہماری اس مخلصانہ تحریر کو اہلِ سنت کے لیے نفع بخش اور میرے لیے آخرت کا توشہ بنائے۔ آمین

گدائے در علما وسادات

محمد راحت خاں قادری

۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ

۱۷/ جولائی ۲۰۲۰ء، بروز جمعہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

"الحمد لله الذي اختص نبيه محمدا (صلى الله عليه وسلم) بأصحاب كالنجوم، وأوجب على الكافة تعظيمهم واعتقاد حقية ما كانوا عليه لما منحوه من حقائق المعارف والعلوم.

وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، شهادة أندرج بها في سلكهم المنظوم، وأشهد أن سيدنا محمدا عبده ورسوله الذي حباه بسره المكتوم، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه صلاة وسلاما دائمين بدوام الحي القيوم. (الصواعق المحرقة سے منقول)

اما بعد: یہ رسالہ ایک مقدمہ تین فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

مقدمہ: اجتہاد کی لغوی واصطلاحی تعریف کے بیان میں۔

فصل اول: مجتہد مخطی ہو یا مصیب وہ ماجور ہی ہوتا ہے۔

فصل دوم: خطائے اجتہادی کی نسبت توہین وتنقیص نہیں۔

فصل سوم: باغِ فدک کے معاملہ میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کا حکم۔

خاتمہ: اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق اہل سنت وجماعت کا موقف

مقدمہ

اجتہاد کا لغوی معنیٰ

اجتہاد لغت کے اعتبار سے بمعنیٰ "طاقت" و"مشقت" سے ماخوذ ہے بعض لوگوں

نے اس کے مفہوم میں مشقت وطاقت اٹھانے میں انتہا کو پہنچنا بھی بتایا ہے، ابوالفیض شیخ الاسلام سید مرتضی حسین زبیدی واسطی بلگرامی، مصری [م ۱۲۰۵ھ] فرماتے ہیں:

"الجهد بالفتح الطاقة، قال إبن الأثير وهو بالفتح المشقة، وقيل المبالغة و الغاية، و بالضم الوسع و الطاقة، الإجتهاد افتعال من الجهد و الطاقة، وفي التهذيب الجهد بلوغك غاية الأمر الذى لا يألو على الجهد فيه"۔ملخصا۔(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"الاجتهاد بذل الجهد في الطلب"۔(۲)

ترجمہ: کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"الإجتهاد وهو في اللغة تحمل الجهد أى المشقة"۔(۳)

ترجمہ: اجتہاد کا معنی لغت میں کوشش کرنا یعنی مشقت کو اٹھانا ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی معنی

اسلام میں ایسے لوگوں کے لیے جو اپنی صلاحیتِ علمی میں ممتاز ہوں اور شرعی امور میں ایک خاص درجہ و مقام رکھتے ہیں انہیں مجتہد کہا جاتا ہے اور ان کو فیصلہ دینے اور ظاہر کرنے کا حق شریعت نے تسلیم کیا، جس کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۹۲۳ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"والإجتهاد بذل الوسع للتوصل إلى معرفة الحكم الشرعى"۔(۴)

---

(۱) تاج العروس من جواهر القاموس، ج:۷، ص: ۵۳۴، دار الهداية

(۲) فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج:۱۳، ص: ۲۹۹، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹

(۳) شرح التلويح على التوضيح، ج: ۲، ص: ۲۳۴، مكتبة صبيح، مصر

(۴) ارشاد السارى شرح صحيح البخارى، ج: ۱۰، ص: ۳۲۷، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر

ترجمہ: حکم شرعی کی معرفت کے لیے اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

مشہور مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں:

"والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعی"۔(۱)

ترجمہ: اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہوجائے۔

اجتہاد کی تعریف میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۰۱۴ھ] فرماتے ہیں:

الإجتهاد بذل الوسع فی طلب الأمر"۔(۲)

ترجمہ: کسی معاملہ کے حکم کی طلب میں اپنی قوت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ [م ۸۵۲ھ] شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"اصطلاحا بذل الوسع للتوصل الی معرفة الحكم الشرعی"۔(۳)

ترجمہ: اصطلاح میں اجتہاد حکم شرعی کی معرفت کے حصول کے لیے طاقت کو صرف کرنے کا نام ہے۔

علامہ بدرالدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"والإجتهاد بذل الوسع والمجهود"۔(۴)

ترجمہ: اجتہاد (حکمِ شرعی کے حصول کے لیے) طاقت وقوت کو صرف کرنے کا نام ہے۔

علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"وفی الإصطلاح استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعی،

---

(۱) تفسیر روح البیان، ج:۵، ص:۵۰۵، دار الفکر، بیروت

(۲) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج:۶، ص:۲۲۴۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ

(۳) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:۱۳، ص:۲۹۹، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹

(۴) البنایۃ شرح الہدایۃ، ج:۱، ص:۱۲۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

وھذاھو المراد بقولھم: بذل المجھود لنیل المقصود"۔(۱)

ترجمہ: اصطلاح میں اجتہاد فقیہ کا حکم شرعی ظنی کے حصول میں کوشش کے لیے خود کو فارغ کرلینا ہے۔ یہی ان کے قول ''مقصود کے حصول کے لیے کوشش کو صرف کرنے'' سے مراد ہے۔

اسی میں ہے:

"و المخطئ فی الإجتھاد لایعاقب إلا أن یکون طریق الصواب بینا"۔(۲)

ترجمہ: اجتہاد میں خطا کرنے والے پر کوئی عقاب نہیں مگر جب کہ حق کا راستہ واضح ہو۔

فصل اول

مجتہد کی یہ شان ہے کہ جب اجتہاد کرتا ہے تو اگر وہ دلیل کے مخفی ہونے کے سبب درستگی واصابت کو نہ بھی پہنچے تب بھی اس کو اجر وثواب ملتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر مجتہد اصابت و درستگی کو پہنچ جائے تو اُس کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجر درستگی کو پہنچنے کا اور دوسرا اجر اجتہاد کا، مجتہد اگر درستگی کو نہ پہنچے بلکہ اُس سے خطا واقع ہو جائے پھر بھی اُس کو ایک اجر ملتا ہے یعنی اس کو اجتہاد کا ثواب ملتا ہے۔

مجتہد مخطی ہو یا مصیب وہ ماجور ہی ہوتا ہے

حدیث شریف میں ہے:

---

(۱) شرح التلویح علی التوضیح، ج: ۲، ص: ۲۳۴، مکتبۃ صبیح، مصر

(۲) أیضاً

”عن عمرو بن العاص انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: إذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله أجران و إذا حکم فاجتهد ثم أخطأ فله اجر“۔(۱)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم اجتہاد کر کے حکم کرے اور درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، جب اجتہاد کر کے حکم کا فیصلہ کرے اور خطا کر جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

أن رسول الله صلى الله علیه وسلم قال: إن الوالي إذا اجتهد فأصاب الحق فله أجران، و إذا اجتهد فأخطأ الحق فله أجر واحد۔“(۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکم جب اجتہاد میں درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] لکھتے ہیں:

”وهذا یدل على ان خطأ المجتهد لا یقدح فی کونه مجتهدا“۔(۳)

ترجمہ: اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے مجتہد کا خطا کرنا اس کے مجتہد ہونے میں کوئی عیب نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی [م ۸۵۵ھ] ہدایہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ثم القضاء مشروع بالکتاب کما ذکرنا، وبالسنة لما روي أنه علیه أفضل الصلاة والسلام قال: إذا اجتهد الحاکم فأخطأ، فله أجر، وإن أصاب فله أجران۔(۴)

---

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۳۵۲، ج: ۹، ۱۰۸، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

(۲) فضائل الصحابۃ، ج: ۱، ص: ۱۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۳ء

(۳) تفسیر روح البیان، ج: ۵، ص: ۵۰۵، دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ

(۴) البنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب أدب القاضی، شروط تولی القضاء، ج: ۹، ص: ۳

ترجمہ: پھر قضا تو وہ مشروع ہے کتاب سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور سنت سے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ: حاکم جب اجتہاد میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اگر درستگی کو پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم حنفی مصری قدس سرہ [م ۹۷۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”ومنه إسقاط الإثم عن المجتهدين في الخطأ۔“(۱)

ترجمہ: اور اسی میں سے ہے گناہ کا ساقط ہونا مجتہدین کی خطا سے۔

توضیح کی شرح میں علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی [م ۷۹۳ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”فلأن العدالة لا تنافي الخطأ في الاجتهاد إذ لا فسق فيه بل هو مأجور“۔(۲)

ترجمہ: تو بیشک عدالت خطائے اجتہادی کے منافی نہیں ہے کیوں کہ اس میں فسق نہیں ہے بلکہ اجر و ثواب ہے۔

اسی میں ہے:

لأن أجر المخطئ، إنما هو على كده في الاجتهاد وامتثال الأمر“۔(۳)

ترجمہ: اس لیے کہ خطا کرنے والے کو اجر اس کی کوشش اور حکم کو بجالانے کی وجہ سے ملتا ہے۔

اسی میں ہے:

---

(۱) الأشباه والنظائر، القاعدة الرابعة: المشقة تجلب التيسير، ج:۱، ص:۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۹۹

(۲) شرح التلويح على التوضيح، ج:۲، ص:۹۸، مكتبة صبيح، مصر

(۳) شرح التلويح على التوضيح، ج:۲، ص:۲۴۱، مكتبة صبيح، مصر

”ولا ينسب إلى الضلال بل يكون معذورا ومأجورا إذ ليس عليه إلا بذل الوسع، وقد فعل، فلم ينل الحق لخفاء دليله“۔(۱)

ترجمہ: خطائے اجتہای کرنے والے مجتہدین کوضلالت کی جانب منسوب نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ معذور ہوں گے اور اجر دیئے جائیں گے کیوں کہ ان کے ذمہ تو اپنی طاقت کا صرف کرنا اور کوشش کرنا تھا جو انہوں نے کیا لیکن دلیل کے مخفی ہونے کی وجہ سے درستگی کو نہیں پا سکے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”المنار“ کی شرح میں ملا احمد جیون حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [م ۱۱۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”المجتهد يخطي و يصيب و الحق في موضع الخلاف واحد“۔(۲)

ترجمہ: مجتہد صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلط بھی، اگرچہ موضع اختلاف میں حق ایک ہی کے ساتھ ہوگا۔

اسی میں یوں ہے:

”أنه اتى بما كلف به في ترتيب المقدمات و بذل جهده فيها فكان مصيبا فيه و ان أخطأ في آخر الأمر و عاقبة الحال فكان معذورا بل ماجورا لأن المخطى له أجر و المصيب له اجران“۔(۳)

ترجمہ: خطا کرنے والے مجتہد نے بھی ترتیب مقدمات وغیرہ امور میں اپنی ساری کوشش صرف کی اس میں حق بجانب رہا اب اگر نتیجہ غلط ظاہر ہوا تو نہ صرف یہ کہ اس کو معذور سمجھنا چاہیے بلکہ اس کی جدو جہد کا ثواب ملنا چاہیے اس لیے کہا گیا ہے کہ مجتہد مخطی کو ایک ثواب اور مصیب کو دوہرا۔

---

(۱)شرح التلویح علی التوضیح، ج:۲، ص:۲۴۲، مکتبۃ صبیح، مصر

(۲)نور الانوار، مبحث الاجتهاد، ص:۲۵۱

(۳)نور الانوار، مبحث الاجتهاد، ص:۲۵۱

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ [م ۱۳۶۷ھ] تحریر فرماتے ہیں:

''خطائے اجتہادی، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اِس میں اُس پر عند اللہ اصلاً مؤاخذہ نہیں''۔(۱)

مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کرنے والا مجتہد چاہے مصیب ہو یا مخطی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتا ہے، جس فعل پر اجر ملے وہ محمود و مقبول ہی ہوگا مذموم و مقبوح نہیں ہوسکتا۔

فصل دوم

معظم و مکرم شخصیات کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت توہین و تنقیص شمار نہیں کی جاسکتی اگر محض نسبت کرنا ہی توہین و تنقیص ہوتا تو معاذ اللہ خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا انبیا و رُسل علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب کفر ہوتا کیوں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کفر ہے۔

اسی طرح خطائے اجتہادی کی نسبت کو اگر توہین و تنقیص شمار کیا جائے تو اہلِ بیتِ اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جانب اس کی نسبت گمراہی قرار پائے گی کیوں کہ اہلِ بیت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی توہین و تنقیص گمراہی ہے اور ایسے گمراہ شخص کے کفر پر خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف نسبت اجتہاد کا حکم

محققین نے انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اجتہاد کو جائز مانا ہے کیوں کہ

---

(۱) بہار شریعت، حصہ اول، ج:۱، ص:۶۲، فرید بک ڈپو، دہلی

اجتہاد ایک عظیم کارِثواب اور عمدہ صفت ہے جس سے مجتہدین کرام متصف ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتے ہیں۔تفسیر خازن میں ہے:

"قال ویجوز الإجتهاد للأنبياء ليدركوا ثواب المجتهدين"۔(۱)

ترجمہ: علمانے فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے،تاکہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔

مفسرِ قرآن علامہ اسماعیل حقی حنفی خلوتی [م ۱۱۲۷ھ] اس معاملہ میں اہل سنت و جماعت کے موقف کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والإجتهاد بذل الفقيه الوسع ليحصل له ظن بحكم شرعي وهو جائز للأنبياء عند أهل السنة ليدركوا ثواب المجتهدين وليقتدى بهم غيرهم ولذا قال عليه السلام: [العلماء ورثة الأنبياء] فإنه يستلزم ان تكون درجة الإجتهاد ثابتة للأنبياء ليرث العلماء عنهم ذلك"۔(۲)

ترجمہ: اجتہاد فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنا تاکہ حکم شرعی کے ظن غالب کا حصول ہوجائے۔اور یہ (اجتہاد) انبیائے کرام کے لیے جائز ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک تاکہ وہ اجتہاد کے ثواب کو پالیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان کی اقتدا کرسکیں،اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [علما انبیائے کرام کے وارث ہیں] اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درجۂ اجتہاد انبیائے کرام کے لیے ثابت ہے تاکہ علمائے کرام اس (اجتہاد) میں انبیائے کرام کے وارث ہوسکیں۔

امام بغوی شافعی [م ۵۱۰ھ] فرماتے ہیں:

---

(۱) تفسیر الخازن، ج:۳، ص:۲۳۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

(۲) تفسیر روح البیان، ج:۵، ص:۵۰۵، دار الفکر، بیروت

"وقالوا يجوز الإجتهاد للأنبياء ليدركوا ثواب المجتهدين"۔(۱)

ترجمہ: اور علما نے کہا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد جائز ہے، تا کہ وہ بھی مجتہدین کے ثواب کو پالیں۔

امام قرطبی [م ۶۷۱ھ] فرماتے ہیں:

"والصحیح أن الأنبیاء یجوز منهم الإجتهاد"۔(۲)

ترجمہ: اور صحیح قول یہ ہے کہ انبیائے کرام کا اجتہاد جائز ہے۔

اسی میں ہے:

"السادسة واختلف العلماء فی جواز الاجتهاد علی الأنبیاء فمنعه قوم، وجوزه المحققون"۔(۳)

ترجمہ: چھٹا مسئلہ؛ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد کے جواز میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے جب کہ محققین نے اس کو جائز فرمایا ہے۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی مصری حنفی [م ۱۰۶۹ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"و فی قوله لم ینصب الخ إشارة إلی جواز إجتهاد الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام"۔(۴)

ترجمہ: اور ان کے قول "لم ینصب الخ" میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اجتہاد کے جائز ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

---

(۱) تفسیر البغوی، ج:۳، ص:۲۹۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

(۲) تفسیر القرطبی، ج:۶، ص:۴۳۰، دار الکتب المصریة، القاهره، ۱۳۸۴ھ

(۳) تفسیر القرطبی، ج:۱۱، ص:۳۰۹، دار الکتب المصریة، القاهره، ۱۳۸۴ھ

(۴) حاشیة الشهاب علی تفسیر البیضاوی، ج:۴، ص:۶۴، دار صادر، بیروت

انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں

یہاں اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام شرک وکفر اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے جھوٹ، خیانت اور جہل وغیرہ صفات مذمومہ سے، نیز ایسے تمام افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل اظہار نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ اس متعلق چند عبارات ملاحظہ فرمائیں، علامہ ابن خمیر اموی [م ۶۱۴ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”والإجماع منعقد على أن الأنبياء عليهم السلام معصومون من الكبائر، واختلفوا في الصغائر وقد أقمنا الدليل على عصمتهم من الصغائر“۔(۱)

ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام گناہ کبیرہ سے معصوم ہیں، گناہ صغیرہ کے متعلق اختلاف ہے، گناہ صغیرہ سے ان کے معصوم ہونے کو ہم نے دلیل سے ثابت کردیا۔

علامہ علاء الدین ابوبکر کاسانی حنفی [م ۵۸۷ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”والأنبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون عن الكبائر والمعاصي“۔(۲)

ترجمہ: انبیائے کرام گناہ کبیرہ اور خدائے تعالیٰ کی نافرمانی سے معصوم ہوتے ہیں۔

علامہ ملا علی قاری ہروی [م ۱۰۱۴ھ] لکھتے ہیں:

---

(۱) تنزيه الأنبياء عما نسب اليهم حثالة الأغبياء، ص: ۱۳۸، دار الفكر المعاصر، بيروت، ۱۴۱۱ھ

(۲) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج: ۳، ص: ۱۹، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۰۶ھ

”وکان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم معصوما عن الخطأفی الدین“۔(۱)

ترجمہ: حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔

امام فخر الدین رازی خطیب [م ۶۰۶ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”المسألۃ الخامسۃ: الآیۃ دالۃ علی أن الأنبیاء علیھم السلام معصومون عن المعاصی والذنوب لأنھا دلت علی وجوب طاعتھم مطلقا، فلو أتوا بمعصیۃ لوجب علینا الإقتداء بھم فی تلک المعصیۃ فتصیر تلک المعصیۃ واجبۃ علینا“۔(۲)

ترجمہ: پانچواں مسئلہ: آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام گناہوں اور نافرمانیوں سے معصوم ہیں، اس لیے کہ آیت کریمہ مطلقاً ان کی اطاعت کے لازم ہونے پر دلالت کرتی ہے تو اگر وہ گناہ کریں تو ہمیں اس میں بھی ان کی اطاعت ضروری ہوگی تو لازم آئے گا کہ وہ گناہ کرنا ہم پر واجب ہوجائے۔

ابوحیان اندلسی [م ۷۴۵ھ] بحرالمحیط میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

”والذی اخترناہ أنھم معصومون من الکبائر والصغائر علی الاطلاق“۔(۳)

ترجمہ: ہمارا مختار مذہب یہ کہ انبیائے کرام مطلقاً گناہ کبیرہ وصغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

شیخ علوان [م ۹۲۰ھ] فواتح الالٰہیہ میں لکھتے ہیں:

”لأن معاشر الأنبیاء کلھم معصومون عن الکبائر مطلقا بل عن

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج: ۲، ص: ۵۳۰، دار الفکر، بیروت

(۲) تفسیر الرازی، ج: ۱۰، ص: ۱۲۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

(۳) البحر المحیط فی التفسیر، ج: ۲، ص: ۶۴۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ

الصغائر ایضا"۔(۱)

ترجمہ: اس لیے کہ گروہ انبیا مطلقاً گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے معصوم ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

"لأن الأنبیاء معصومون من الکبائر و الصغائر عندنا"۔(۲)

ترجمہ: کیوں کہ ہمارے نزدیک انبیائے کرام گناہ صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہیں۔

قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی [م ۱۲۲۵ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"کلھم معصومون من الصغائر و الکبائر یصدق بعضھم بعضاً"۔(۳)

ترجمہ: تمام انبیائے کرام گناہ صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہیں اور بعض (انبیائے کرام) دوسرے بعض (انبیائے کرام) کی تصدیق فرماتے ہیں۔

انبیائے کرام کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت

جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام معصوم ہیں اور ان کے لیے اجتہاد جائز ہے جس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے اور یہ بھی گزرا "المجتھد یخطی و یصیب" کہ جو اجتہاد کرتا ہے اس سے خطا بھی واقع ہوتی ہے اور درستگی کو بھی پہنچتا ہے تو کیا انبیائے کرام علیہم السلام خطائے اجتہادی سے بھی معصوم ہوتے ہیں یا نہیں آیا ان کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو اب اس ضمن میں یہاں پر علمائے کرام کی مختلف عبارات پیش کی جاتی ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے اور

---

(۱) الفواتح الالھیۃ و المفاتیح الغیبیۃ، ج:۲، ص:۱۶۵، دار رکابی للنشر، القاھرۃ، ۱۴۱۹ھ

(۲) تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۵۲۵، دار الفکر، بیروت

(۳) التفسیر المظھری، ج:۱، ص:۱۷۴، مکتبۃ الرشدیۃ، الباکستان، ۱۴۱۲ھ

تاریکی چھٹ جائے۔

علمائے کرام نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام اور اہل بیت اطہار و صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت فرمائی ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ [م ٦٧٦ھ] فرماتے ہیں:

"فإن قيل هذا الحديث ظاهره أنه قد يقع منه صلى الله عليه وسلم في الظاهر مخالف للباطن وقد اتفق الأصوليون على أنه صلى الله عليه وسلم لا يقر على خطأ في الأحكام فالجواب أنه لا تعارض بين الحديث وقاعدة الأصوليين لأن مراد الأصوليين فيما حكم فيه باجتهاده فهل يجوز أن يقع فيه خطأ فيه خلاف، الأكثرون على جوازه"۔(۱)

ترجمہ: اگر کوئی یہ کہے کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی باعتبار ظاہر خطائے اجتہادی کا وقوع ہو سکتا ہے جو کہ باطن کے خلاف ہے، علمائے اصول کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام میں خطا پر قائم نہیں رہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ کہ اصولین کے قاعدہ اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ اصولین کی مراد یہ ہے کہ جس معاملہ میں اجتہاد سے حکم فرمایا ہے اس میں خطا کا وقوع جائز ہے، اس میں اختلاف ہے اور اکثر خطا کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔

قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی [م ۱۲۲۵ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"والأظهر أن حكمهما كليهما كان بالاجتهاد الا ان داود أخطأ وأصاب سليمان فاثنى الله عليه وجاز الخطأ في اجتهاد الأنبياء الا انهم لا يقرون عليه"۔(۲)

---

(۱) شرح النووی علی مسلم، ج: ۱۲، ص: ۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۲ھ

(۲) التفسیر المظہری، سورۃ الأنبیاء، ج: ٦، ص: ۲۱۴، مکتبۃ الرشدیۃ، الباکستان، ۱۴۱۲ھ

ترجمہ: اور ظاہر یہ کہ دونوں (حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام) کا حکم اجتہاد کے ذریعہ تھا، مگر یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام درستگی کو پہنچے، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔ اور انبیائے کرام سے اجتہاد میں خطا جائز ہے مگر وہ اس (خطا) پر قائم نہیں رہتے (وحی کے ذریعہ مطلع فرمادیئے جاتے) ہیں۔

حضرت امام ناصر الدین بیضاوی [م ۶۸۵ھ] فرماتے ہیں:

”وأنه عليه السلام أقدم عليه بسبب اجتهاد أخطأ فيه، فإنه ظن أن النهى للتنزيه“۔(۱)

ترجمہ: اور حضرت آدم علیہ السلام نے گندم تناول فرمایا خطائے اجتہادی کے سبب، کیوں کہ آپ نے سمجھا کہ نہی تنزیہی ہے۔

حضرت علامہ شیخ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”فأزلهما الشيطان عنها اى اذهب آدم وحواء وأبعدهما عن الجنة يقال زل عنى كذا إذا ذهب والازلال الازلاق والزلة بالفتح الخطأ وهو الزوال عن الصواب من غير قصد“۔(۲)

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی، یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا کو لے گیا اور ان کو جنت سے دور کردیا ”زل عنى كذا“ کہا جاتا ہے جب کہ کوئی جائے اور ”إزلال“ پھسلنے کو کہتے ہیں اور ”زَلة“ فتح کے ساتھ ”خطاء“ کو کہتے ہیں اور خطا بغیر قصد حق سے دور ہونے کو کہتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر البیضاوی، ج: ۱ ص ۷۵، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ

السراج المنير فى الإعانة على معرفة بعض معانى كلام ربنا الحكيم الخبير، ج: ۱، ص: ۵۳، مطبعة بولاق، القاهرة، ۱۲۸۵

(۲) تفسیر روح البیان، ج: ۱، ص: ۱۰۸، دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ

اسی میں ہے:

”ولانه انما اقدم عليه بسبب اجتهاد اخطأ فيه فانه ظن ان النهى للتنزيه“۔(۱)

اور آپ کا گندم تناول فرمانا خطائے اجتہادی کے سبب تھا کیوں کہ آپ نے یہ سمجھا کہ نہی تنزیہی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ [م ۱۵۰ھ] کی جانب منسوب فقہ اکبر میں یوں مرقوم ہے:

”القول فى عصمة الأنبياء، الأنبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح وقد كانت منهم زلات وخطايا“۔(۲)

ترجمه: انبیائے کرام کے معصوم ہونے کا بیان؛ تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام گناہ صغیرہ وکبیرہ، کفر وقبائح سے پاک ومنزہ ہیں ان سے کبھی لغزشوں یا اجتہادی خطا کا وقوع ہوسکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

{فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ}۔(۳)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں صدر الافاضل بدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ [م ۱۳۶۷ھ] یوں تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱)تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۱۴۶، دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ

(۲)الفقه الأكبر، ص:۳۷، مكتبة الفرقان، الإمارات العربية

(۳)القرآن الکریم، پ:۱، البقرة:۲، آیت:۳۶

''شیطان نے کسی طرح حضرت آدم وحوا (علیہما السلام) کے پاس پہنچ کر کہا کہ میں تمہیں شجرِ خلد بتادوں، حضرت آدم علیہ السلام نے انکار فرمایا، اس نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے، بایں خیال حضرت حوّا نے اس میں سے کچھ کھایا پھر حضرت آدم کو دیا انہوں نے بھی تناول کیا حضرت آدم کو خیال ہوا کہ ''لَاتَقْرَبَا'' کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کیونکہ اگر وہ تحریمی سمجھتے تو ہر گز ایسا نہ کرتے کہ انبیا معصوم ہوتے ہیں یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی''۔(۱)

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ [م ۱۳۹۱ھ] تحریر فرماتے ہیں:

''دیکھو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی معمولی خطا یعنی گندم کھانے پر عتاب آگیا''۔(۲)

حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھ لیا کہ ''لَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ'' (پ ۱، البقرۃ: ۳۵) کی نہی تنزیہی ہے اور واقعی ہر گز ہر گز نہی تحریمی نہیں تھی۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام نبی ہوتے ہوئے ہر گز ہر گز اس درخت کا پھل نہ کھاتے کیونکہ نبی تو ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے بہر حال حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلے میں اجتہادی خطا سرزد ہو گئی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہوتی''۔(۳)

اسی میں ہے:

---

(۱) القرآن الکریم، پ: ۱، البقرۃ: ۲، آیت: ۳۶، مع کنز الایمان و تفسیر خزائن العرفان

(۲) تفسیر نعیمی، پ: ۴، ج: ۳، ص ۲۹۳

(۳) غرائب القرآن، ص: ۳۵، شبیر برادرز، لاہور

"چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہے اس لیے جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی یا ظالم کہے گا وہ نبی کی توہین کے سبب سے کافر ہو جائے گا"۔(۱)

انبیائے کرام فتوی اور احکام میں خطا سے معصوم ہیں

علما کے کلام میں بعض عبارات ایسی ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے خطائے اجتہادی بھی نہیں ہوسکتی جیسا کہ امام قرطبی نے ذکر کیا ہے:

"و الفرق بینهم و بین غیرهم من المجتهدین أنهم معصومون عن الخطإ و عن الغلط و عن التقصیر فی إجتهادهم و غیرهم لیس کذلک، کما ذهب الجمهور فی أن جمیع الأنبیاء صلوات الله علیهم معصومون عن الخطإ و الغلط فی إجتهادهم"۔(۲)

ترجمہ: انبیائے کرام اور ائمہ مجتہدین کے درمیان فرق یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام خطا و غلطی اور تقصیر سے معصوم ہوتے ہیں ان کے علاوہ مجتہدین ایسے نہیں (یعنی ان سے خطا و غلطی ہوسکتی ہے) جس کی جانب جمہور علمائے کرام گئے ہیں کہ انبیائے کرام اپنے اجتہاد میں خطا و غلطی سے معصوم ہوتے ہیں۔

اس متعلق ایک طویل اختلافی بحث ہے اس معاملہ میں حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ کا قول نہایت مناسب لگتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام فتوی اور احکام میں خطا سے معصوم ہوتے ہیں:

---

(۱) غرائب القرآن، ص:۳۸، شبیر برادرز، لاہور

(۲) تفسیر القرطبی، ج:۱۱، ص:۳۰۹، دار الکتب المصریة، القاهرة، ۱۳۸۴ھ

”المسألة الخامسة: دلت الآية على أن الأنبياء عليهم الصلاة و السلام معصومون عن الخطإ في الفتوى و في الأحكام“۔(۱)

ترجمہ: پانچواں مسئلہ: آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام فتوی اور احکام میں خطا سے معصوم ہوتے ہیں۔

بحر المحیط کی اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر فتوی اور احکام میں بھی خطا کو مان لیا جائے تو ایسی صورت میں احکام شرع کا باطل ہونا لازم آئے گا۔

البحر المحیط میں ہے:

”و يعلم قطعاً أن الأنبياء عليهم السلام معصومون من الخطايا، أن لو جوزنا عليهم شيئاً من ذلك بطلت الشرائع“۔ملخصاً۔(۲)

ترجمہ: یہ یقینی طور پر جان لیا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام خطاؤں سے معصوم ہیں اگر ہم ان کے لیے اس کو جائز قرار دے دیں تو شرائع باطل ہو جائیں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کا فتوی اور احکام میں خطا کرنا محال ہے تا کہ شرع کا باطل ہونا لازم نہ آئے۔

انبیائے کرام کی جانب خطا و زَلَّت کی نسبت کا مطلب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی جانب ”خطا“ اور ”زَلَّت“ کی نسبت کی گئی ہے جیسا کہ سلطان العلما ابو محمد عزالدین عبد العزیز سلمی دمشقی [م ۶۶۰ھ] حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کے متعلق کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) تفسیر الرازی، ج:۱۰، ص:۱۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

(۲) البحر المحیط فی التفسیر، ج:۹، ص:۱۵۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ

”قال بعض المتکلمین کان حکمهما صواباً متفقا اذ لا یجوز الخطأ علی الأنبیاء“۔(۱)

ترجمہ: بعض متکلمین نے کہا ہے کہ بالاتفاق دونوں حضرات کا حکم درست تھا، کیونکہ انبیائے کرام سے خطا کا صدور جائز نہیں ہے۔

اسی طرح کی بعض دیگر عبارتیں گزر چکی ہیں ان کا مطلب کیا ہے جہاں پر انبیائے کرام کے لیے خطائے اجتہادی کے وقوع کو ناجائز یا مہجور کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے فتاوی اور احکام میں خطائے اجتہادی کا وقوع محال ہے، یا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا اپنی خطا پر قائم رہنا یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو وحی کے ذریعہ مطلع کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام عبد العزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی [م ۷۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”وقد بینا فیما تقدم أن الإجتهاد للأنبیاء والخطأ علیهم فی اجتهادهم جائزان، وإن لم یجز تقریرهم علی الخطأ“۔(۲)

ترجمہ: تحقیق کہ ہم نے بیان کیا کہ انبیائے کرام کے لیے اجتہاد اور اجتہاد میں خطا کا وقوع جائز ہے لیکن ان کا خطا پر باقی رہنا جائز نہیں ہے۔

لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اس سے بھی مستثنی ہے جیسا کہ سلطان العلما ابو محمد عز الدین عبد العزیز سلمی دمشقی [م ۶۶۰ھ] فرماتے ہیں:

”ویمکن أن یجوز فی شرعهم نقض الإجتهاد بالاجتهاد والخطأ جائز علی جمیع الأنبیاء أو یستثنی منهم محمد صلی اللہ علیه وسلم إذ لا نبی بعده“۔(۳)

---

(۱) کشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج: ۴، ص: ۲۲، دار الکتاب لاسلامی

(۲) کشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج: ۴، ص: ۲۲، دار الکتاب لاسلامی

(۳) تفسیر العزبن عبد السلام، ج: ۲، ص: ۳۳۱، دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۱۶ھ

ترجمہ: ایسا ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں اجتہاد کو اجتہاد سے توڑنا جائز ہو اور اجتہاد میں خطا تمام انبیائے کرام کے لیے جائز ہو یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہوں کیوں کہ آپ آخری نبی ہیں۔

جہاں پر بھی خطائے اجتہادی کو انبیائے کرام کے لیے جائز بتایا گیا ہے وہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خطا اس زَلَّت کے معنی میں ہو جس کا اجمالی بیان یہاں ذکر کیا جاتا ہے جس کو تفصیل پڑھنی ہو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کا رسالہ ''انبیائے کرام گناہ سے پاک ہیں'' کا مطالعہ کرے۔

محقق علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری [م ۸۳۵ھ] ''زَلَّت'' کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''قال علم الهدى هي ترك الأفضل أي من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام''۔(۱)

ترجمہ: امام علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: زَلَّت ترکِ افضل کا نام ہے۔

''زَلَّت'' کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''زَلَّتِ انبیا کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ افضل کو چھوڑ کر فاضل کو اختیار فرمایا اسے اصلاً گناہ سے کچھ علاقہ نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ ان کی عظمتِ شان وجلالتِ قدر کے باعث کبھی ترکِ افضل پر ان کا مولا کمالِ لطف و رحمت کے ساتھ عتابِ محبت فرمائے کہ حسنات الأبرار سيأت المقربين''۔(۲)

---

(۱) فصول البدائع في أصول الشرائع، ج: ۲، ص: ۲۲۳، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۷ھ

(۲) انبیائے کرام گناہ سے پاک ہیں، ص: ۲۲، نوری مشن، مالیگاؤں، ۱۴۳۴ھ

شیخ الاسلام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی [م ۷۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”قال الشیخ ابوالحسن الأشعری رحمه الله تعالی فی عصمة الأنبیاء ولیس معنی الزلة انهم زلوا عن الحق الی الباطل و عن الطاعة الی المعصیة و لکن معناها الزلل عن الأفضل الی الفاضل و الأصوب الی الصواب و کانوا یعاتبون لجلال قدرهم و منزلتهم و مکانتهم من الله تعالی“۔(۱)

ترجمہ: یعنی امام ابوالحسن اشعری نے عصمت انبیا میں فرمایا: زَلَّت کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حق سے باطل یا طاعت سے معصیت کی طرف لغزش ہوئی بلکہ یہ معنی ہیں کہ افضل سے فاضل اور زیادہ صواب سے صواب کی طرف نزول واقع ہوا اور اُن کی اُس جلالتِ قدر و منزلت وعزت و وجاہت کے سبب جو انہیں بارگاہ الٰہی میں حاصل ہے اس ترکِ اولیٰ پر بھی عتابِ محبت ولطف ورحمت کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور اس افضل سے بھی مراد وہ ہے جو انبیا علیہم الصلاۃ والثنا کی عظمت شان کے لائق ان کے لیے افضل تھا ورنہ ان کا مفضول کام بھی صدیقین کے افضل از افضل فعل سے افضل ہے۔تا بدیگراں چہ رسد“۔(۲)

بہر حال اہل سنت و جماعت کے بعض علما نے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے خطائے اجتہادی کو جائز مانا ہے اور بعض نے اس کی نفی کی ہے لیکن جن بعض انبیائے کرام کی جانب علما نے خطائے اجتہادی کی نسبت کی ہے اس کے سبب کسی نے بھی ان کو گستاخ، توہین کرنے والا، گمراہ یا کافر وغیرہ نہیں کہا ہے۔لہٰذا اگر کسی عالم دین نے

---

(۱) کشف الأسرار شرح أصول البزدوی، ج:۳، ص:۲۰۰، دار الکتاب لاسلامی

(۲) انبیائے کرام گناہ سے پاک ہیں، ص:۲۴، نوری مشن، مالیگاؤں، ۱۴۳۴ھ

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کردی تو اس کو بھی حضرت سیدہ کی بارگاہ کا گستاخ اور توہین کرنے والا یا گمراہ وغیرہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ اگر کوئی بھی اس معاملہ میں اس طرح کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا۔

نسبتِ خطائے اجتہادی اور صحابۂ کرام

اجتہاد وہ لوگ کرتے ہیں جو اس کے اہل ہوں صحابہ کرام کی جماعت میں کثیر تعداد ان حضرات کی تھی جو اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے اور وہ بوقت ضرورت اجتہاد فرماتے تھے جو صحابۂ کرام اجتہاد کے درجہ کو نہیں پہنچے تھے وہ تقلید فرماتے تھے۔

اجتہاد کرنے والا اپنے اجتہاد میں کبھی درستگی پر پہنچتا ہے اور کبھی خطا بھی واقع ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی عیب بھی نہیں ہے لہٰذا یہاں پر کچھ ایسی ہی مثالیں پیش کی جاتی ہیں کہ جن میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کی گئی ہے۔

"روی أن عمر رضی اللہ عنه قال علی المنبر : ألا لاتغالوا فی مهور نسائکم، فقامت امرأة فقالت: یا ابن خطاب! اللہ یعطینا و أنت تمنع و تلت هذه الآیة، فقال عمر: کل الناس أفقه من عمر، ورجع عن کراهة المغالاة"۔(۱)

ترجمہ: روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: خبردار! تم میں سے کوئی بھی اپنی عورتوں کے مہروں میں زیادتی نہ کرے۔ تو ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہا: اے ابن خطاب! اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرماتا ہے اور تم منع

---

(۱) تفسیر الرازی، ج:۱۰، ص:۱۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

کرتے ہو، اس آیت کو تلاوت کیا اور حضرت عمر نے فرمایا: لوگوں میں سے ہر ایک عمر سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتا ہے، اور مہر میں زیادتی کی کراہت سے رجوع فرمالیا۔

اسی میں یہ بھی ہے:

"فقال عمر: أصابت امرأة وأخطأ عمر"۔(۱)

ترجمہ: حضرت عمر نے فرمایا: عورت درستگی کو پہنچی اور عمر نے خطا کی۔

اور دوسری روایت میں یوں ہے:

"امرأة أصابت ورجل أخطأ"۔(۲)

ترجمہ: عورت درستگی کو پہنچی اور آدمی نے خطا کی۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا: ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر عرض کیا: میں اپنی بیوی سے دو سال تک غائب رہا اس کے بعد اب آیا ہوں اور وہ حاملہ ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو رجم کرنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اگر آپ کو مواخذہ اس عورت پر ہو بھی لیکن اس پر نہیں ہے جو اس کے پیٹ میں ہے تو آپ اس کو وضع حمل تک چھوڑ دیں۔ اس عورت کو چھوڑ دیا گیا، تو اس نے ایک بچے کو جنا جس کے سامنے کے دانت نکل آئے تھے، اس آدمی نے اس کو خود کے مشابہ پایا اور کہا: رب کعبہ کی قسم یہ میرا بیٹا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

---

(۱) تفسیر القرطبی، ج:۵، ص:۹۹، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ ۱۳۸۴ھ

(۲) أیضا

"عجزت النساء أن يلدن مثل معاذ لو لا معاذ لهلک عمر"۔(۱)

ترجمہ: دنیا کی تمام عورتیں معاذ کے مثل بچہ جننے سے عاجز ہیں (حضرت معاذ جیسا کوئی نہیں) اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ایسے ہی ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"لو لا علي هلک عمر"۔(۲)

"اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا، بہر حال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرۂ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زوجۂ محبوبہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال و قتال نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیش نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی۔ ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے، پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا"۔(۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

---

(۱) السنن الکبری للبیھقی، باب ما جاء فی اکثر الحمل، ج:۷، ص: ۷۲۹، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲) فیض القدیر، حرف العین، ج:۴، ص: ۳۵۶، المکتبة التجاریة الکبری، مصر، ۱۳۵۶ھ

(۳) تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہ (اختلاف علی و معاویہ)، ص:۱۱، آل انڈیا اعلیٰ حضرت تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، ۱۹۹۸ء

”جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی خطائے اجتہادی سے رجوع فرما کر دست حق پرست حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پر تجدید بیعت چاہی ظالم کے ہاتھ سے زخمی ہو چکے تھے امیر المومنین علی تک وصول کی طاقت نہ تھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کا ایک سپاہی گزرا اسے بلا کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی اور روح اقدس جوار اقدس رحمت الٰہی میں پہنچی“۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں لیکن ان سے یا تو بھول ہوئی یا خطا ہوئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”عن عمرة بنت عبد الرحمن، أنها أخبرته أنها سمعت عائشة، وذكر لها أن عبد الله بن عمر، يقول: إن الميت ليعذب ببكاء الحي، فقالت عائشة: يغفر الله لأبي عبد الرحمن أما إنه لم يكذب، ولكنه نسي أو أخطأ“۔(۲)

ترجمہ: عمرہ بنت عبد الرحمن روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ کے پاس ذکر کیا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں: زندوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن کو معاف فرمائے وہ جھوٹے نہیں ہیں لیکن یا تو ان سے بھول ہوگئی یا خطا ہوگئی۔

صاحب روح البیان نے صحابی رسول حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ”خطا“ کی نسبت فرمائی:

---

(۱) فتاوی رضویہ مترجم، ج ۲۱، ص: ۴۹۳، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۲) صحيح مسلم، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه، ج: ۲، ص: ۶۴۳، دار احياء التراث العربي

”ودلت الآیۃ علی ان المجتہد قدیخطئ کما اخطأ اسامۃ“۔(۱)

ترجمہ: آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ بیشک مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت اسامہ سے ہوئی۔

دیکھیے مذکورہ اقتباس میں صاحب روح البیان نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب خطا کی نسبت فرمائی ہے۔

محبِّ رسول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ [م ۱۳۱۹ھ] فرماتے ہیں:

”جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمر بن عاص ہیں یہ دونوں حضرات بھی صحابۂ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل و قتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے“۔(۲)

ابوعبدالرحمٰن قرشی فریہاری ملتانی [۱۲۳۹ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”والصحابۃ الأربعۃ مجتہدون فی الحرب مخطئون فیہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد مصیب“۔(۳)

ترجمہ: جنگ کے معاملے میں چاروں صحابۂ کرام اپنے اجتہاد میں خطا پر تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد مصیب تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدین میں سے دوسرے خلیفۂ راشد ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

---

(۱) تفسیر روح البیان، ج:۲، ص:۲۶۴، دار الفکر، بیروت، ۱۱۲۷ھ

(۲) تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہ (اختلاف علی ومعاویہ)، ص:۱۲، آل انڈیا اعلیٰ حضرت تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں شریف، ۱۹۹۸ء

(۳) الناہیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۷، مکتبۃ الحقیقۃ، ترکیا، ۲۰۰۴ء

اجمعین سے افضل ہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے بلند رتبہ رکھتے ہیں اس کے باوجود متعدد مواقع پر خطائے اجتہادی کے سبب ان کے بلند و بالا مرتبہ پر کوئی فرق نہیں پڑا بلکہ حق ظاہر ہونے کے بعد آپ نے بے دریغ کھلے لفظوں میں رجوع فرمالیا، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"والعصمة انما هی للأنبیاء ومن عداهم فقد یخطئ فقد کان عمر رضی الله عنه رأس الملهمین و مع ذلک فکان ربما رأی الرأی فیخبره بعض الصحابة بخلافه فیرجع إلیه ویترک رأیه"۔(۱)

ترجمہ: معصوم ہونا یہ انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے اور ان کے علاوہ سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "رأس الملہمین" ہیں اس کے باوجود کبھی آپ نے (اجتہاد) سے ایسی رائے قائم کی کہ صحابۂ کرام نے ان کو اس کے خلاف پر مطلع فرمایا اور آپ نے اپنی رائے کو چھوڑ کر رجوع فرمالیا۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد سب سے بلند رتبہ باقی عشرۂ مبشرہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے ان حضرات میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خطائے اجتہادی کا وقوع ہوا جیسا کہ گزرا۔ حضور علیہ السلام کی زوجۂ محبوبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صداقت و پاک دامنی کا ذکر خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ان سے بھی وقوع خطائے اجتہادی کا ذکر گزرا، اور ان تینوں حضرات کا رجوع بھی معتمد روایات سے ثابت ہے۔

گذشتہ سطور میں تفصیلی بحث گزری کہ علما کے کلام میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، خلفائے راشدین میں سے سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم، عشرۂ مبشرہ میں سے

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۱۱، ص: ۳۴۵، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر، ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ودیگر ازواج مطہرات اور اس کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کی گئی ہے لیکن ایسی نسبت کرنے والے علمائے کرام کو معاذ اللہ کافر و گمراہ اور ان نفوسِ قدسیہ کی بارگاہ کا گستاخ اور بے ادب نہیں کہا گیا کیوں کہ خطائے اجتہادی مجتہدین سے ہوتی ہے اور اجتہاد ایک بہت عظیم کام ہے جس کی اجازت بھی صرف ان شخصیات کو ہوتی ہے جو مثالی علم اور دیگر شرائط کے جامع ہوتے ہیں اور خطائے اجتہادی کی صورت میں بھی وہ ثواب کے حق دار بنتے ہیں۔

اگر معاذ اللہ خطائے اجتہادی کی نسبت اہل بیت اطہار کی جانب کرنا گستاخی و بے ادبی اور گمراہی ہوتی تو ایسی نسبت خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ اور ازواج مطہرات کی جانب بھی گستاخی و گمراہی قرار پاتی اور جب یہ نسبت ان نفوس قدسیہ کی بارگاہ میں گستاخی و بے ادبی ہوتی تو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی بارگاہ ذی جاہ میں بدرجۂ اولیٰ گستاخی و بے ادبی اور کفر قرار دی جاتی حالاں کہ ایسا نہیں ہے ورنہ تو نہ جانے خلف وسلف میں سے کتنوں پر معاذ اللہ حکم کفر اور گمراہی عائد ہوگا۔

اب اگر خطائے اجتہادی کی نسبت کو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام، خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور یگر صحابۂ کرام کی بارگاہ میں گستاخی قرار نہ دیا جائے اور خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب منسوب کرنے کو گستاخی قرار دے دیا جائے تو یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ان کو معاذ اللہ ان تمام نفوس قدسیہ سے افضل واولیٰ ثابت کر دیا جائے کہ معاذ اللہ خطائے اجتہادی ایک ایسا نقص ہے کہ جس سے یہ نفوس قدسیہ محفوظ نہ رہ سکے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایسی محفوظ ہیں کہ ان کی طرف اس کی نسبت بھی گستاخی ہے۔

فصل سوم

حضرت خاتون جنت کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کا حکم

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد خیر البشر بعد الانبیا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فدک کا مطالبہ کیا لیکن جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث شریف ”لا نورث ما ترکنا صدقة“ پیش فرمائی تو آپ نے اس کا مطالبہ ترک فرما دیا۔

اب باغ فدک کو طلب کرنے کے سبب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

مسلمانوں کے لیے دونوں شخصیات قابل احترام ہیں معاذ اللہ کسی ایک سے بھی بغض و عداوت شقاوت اور گمراہی ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر کا سبب ہے۔ دونوں میں سے کسی کی جانب بھی خطائے اجتہادی کی نسبت ہی نہ کی جائے بلکہ دونوں کو ہی حق پر مان لیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے کیوں کہ موضع اختلاف میں خدائے تبارک و تعالیٰ کے نزدیک صرف ایک حق پر ہوتا ہے اور دوسرا خطا پر لیکن خدائے تعالیٰ کی رحمت سے وہ مجتہد بھی ایک اجر کا حق دار ہوتا ہے جس نے درست حکم تک پہنچنے میں خطا کی ہے اس کے متعلق چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔ بنایہ، تبیین الحقائق، بدائع الصنائع، مبسوط سرخسی، توضیح اور حضرت امام ابن ہمام کمال الدین محمد [م ۸۶۱ھ] کی فتح القدیر میں ہے:

”کل مجتہد مصیب و الحق عند اللہ واحد“۔(۱)

ترجمہ: ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک ہوتا ہے۔

ابوالعباس شہاب الدین احمد قسطلانی، قتیبی مصری [م ۹۲۳ھ] شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

”وفی الحدیث دلیل علی أن الحق عند اللہ واحد، وکل واقعة للہ تعالی فیھا حکم فمن وجدہ أصاب ومن فقدہ أخطأ“۔(۲)

ترجمہ: حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ حق عند اللہ ایک ہوتا ہے، ہر واقعہ میں عند اللہ ایک حکم متعین ہوتا ہے جس نے اس کو پالیا وہ درستی کو پہنچ گیا جو نہیں پا سکا اس نے خطا کی۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”المنار“ کی شرح میں ملا احمد جیون حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [م ۱۱۳۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”المجتھد یخطی ویصیب والحق فی موضع الخلاف واحد“۔(۳)

ترجمہ: مجتہد صحیح فیصلہ بھی کرتا ہے اور غلط بھی، اگرچہ نفس الامر میں مطابق واقعہ ایک ہی ہوگا۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں میں سے کوئی ایک ہی واقع میں مصیب ہوگا جس نے اس حکم کو پالیا ہوگا جو عند اللہ حق ہے اور دوسرے سے دلیل میں خفا کے سبب خطا ہوئی ہوگی۔

---

(۱) فتح القدیر، ج:۷، ص:۳۴۷، دار الفکر، بیروت

(۲) شرح القسطلانی، ج:۱۰، ص:۳۴۳، المطبعة الکبری الأمیریة، مصر، ۱۳۲۳ھ

(۳) نور الانوار، مبحث الاجتھاد، ص: ۲۵۱

حضرت صدیق اکبر کے موقف کی صحت پر اجماع

گذشتہ باتیں ٹھیک سے پڑھنے کے بعد اب غور کیجیے کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقف کو اس معاملہ میں حق پر مانا جائے تو خلیفۂ راشد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ضرور یہ ماننا پڑے گا کہ آپ سے اپنے موقف میں خطائے اجتہادی ہوئی حالاں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس معاملہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق پر ہونے کو تمام صحابۂ کرام، حضرت علی اور خود حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قبول فرمایا جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے:

"أن فاطمة عليها السلام رضيت بقول أبی بكر بعد هذه المناظرة، وانعقد الإجماع على صحة ما ذهب إليه أبو بكر"۔(۱)

ترجمہ: حضرت فاطمہ پر سلامتی ہو بیشک وہ اس مباحثہ کے بعد حضرت صدیق اکبر سے راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اسی وجہ سے حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث پر واقفیت حاصل ہو جانے کے بعد مطالبہ بھی چھوڑ دیا اور کبھی اس کے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام بھی نہیں فرمایا۔

بعض لوگوں نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب سے مطالبۂ فدک کو اجتہاد پر محمول کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے کہ جب اجتہاد ہی نہیں مانیں گے تو خطائے اجتہادی کیسے ہو گی؟ اس سے متعلق علمائے کرام کے مختلف اقوال ملاحظہ فرمائیں، علامہ ابن کثیر قرشی بصری ثم دمشقی [م ۷۷۴ھ] تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) تفسیر الرازی، ج: ۹، ص: ۵۱۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

"وهي امرأة من بنات آدم تأسف كما يأسفون وليست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول الله صلى الله عليه وسلم"۔(۱)

ترجمہ: اور وہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) انسانوں میں سے ہی ایک عورت ہیں دوسروں کی طرح افسوس بھی کرتی ہیں اور آپ واجب العصمۃ (معصوم) نہیں جب کہ ان کے خلاف نصِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی موجود ہے۔

اسی میں ہے:

"ولم تكن اطلعت على النص المختص بالأنبياء وأنهم لايورثون، فلما بلغها سألت أبابكرأن يكون زوجها ناظرا على هذه الصدقة ، فأبى ذلك عليها"۔(۲)

ترجمہ: اور ان (حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس نص پر اطلاع نہیں تھی جو انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جب یہ نصِ مختص ان تک پہنچی تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ان کے شوہر کو اس صدقہ کی دیکھ بھال کرنے والا مقرر کردیا جائے آپ نے منع فرمادیا۔

اسی میں ہے:

"وقد روينا أن فاطمة رضی اللہ عنها احتجت أولا بالقياس وبالعموم في الآية الكريمة، فأجابها الصديق بالنص على الخصوص بالمنع فی حق النبی"۔(۳)

---

(۱) البداية والنهاية، ج:۵، ص: ۲۸۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۷ھ

(۲) البداية والنهاية، ج:۷، ص: ۲۲۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۷ھ

(۳) البداية والنهاية، ج:۵، ص: ۲۸۹، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۷ھ

ترجمہ: ہم نے روایت کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پہلے قیاس اور آیت کریمہ کے عموم سے استدلال فرمایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نص کے ذریعہ جواب دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہاں پر منع خاص ہے۔

عمومِ آیت سے استدلال

مذکورہ دونوں عبارتوں میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) شہزادیِ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عموم آیت سے استدلال فرمایا۔(۲) شہزادیِ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قیاس سے استدلال فرمایا۔(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصِ مختص سے جواب دیا جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مال کو وارثوں میں تقسیم کرنا ممنوع ہے۔

"یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَوْلٰدِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَاِنْ کَانَتْ وٰحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ"۔ الآیۃ۔(۱)

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی تو اس کا آدھا (ہے)۔(کنز الایمان)

شہزادیِ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نصِ مختص (لا نورث ما ترکنا صدقة) پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ آیت مبارکہ کے عموم سے استدلال فرمایا کہ اس آیت مبارکہ میں حکم عام ہے لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت بھی اسی کے ضمن میں آئے گی اور "وَاِنْ کَانَتْ وٰحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ" کے اعتبار سے حضور صلی

---

(۱) النساء: ۴، آیت: ۱۱

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثہ سے نصف کی حق دار ہوں گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نصِ مختص (لا نورث ما ترکنا صدقة) سے واقف تو تھیں لیکن آپ نے سوچا کہ یہ خبر واحد ہے، اور کتاب اللہ کے حکم عام کی تخصیص خبر واحد یا قیاس سے جائز نہیں ہے اسی لیے آپ نے مطالبہ فرمایا جیسا کہ علامہ ابن حجر ہیتمی سعدی [م ۹۷۴ھ] فرماتے ہیں:

"وأما عذر فاطمة في طلبها مع روايته لها الحديث فيحتمل أنه لكونها رأت أن خبر الواحد لا يخصص القرآن كما قيل به فاتضح عذره في المنع وعذرها في الطلب فلا يشكل عليك ذلك وتأمله فإنه مهم"۔(۱)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معذور ہونا حدیث شریف میں ان کے متعلق روایت کے باوجود تو احتمال یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ خبر واحد کے ذریعہ قرآن میں تخصیص نہیں کی جاسکتی جیسا کہ کہا گیا ہے تو اس کو منع کر کے میراث کے مطالبہ کے متعلق آپ کا معذور ہونا واضح ہو گیا تو اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا، غور کیجیے کیوں کہ یہ بہت اہم ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خبر واحد سے کتاب اللہ کے حکم عام پر زیادتی جائز نہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال اس روایت سے کیوں کر درست ہوا؟ اس کا جواب قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی [م ۱۲۲۵ھ] نے اس مضمون کے ساتھ دیا ہے:

"أن الحديث وإن كان بالنسبة إلينا من الآحاد لكنه فى حق الصديق

---

(۱) الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، ج:۱، ص: ۹۴، مؤسسة الرسالة، لبنان، ۱۴۱۷ھ

الذی سمع بأذنه من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فوق المتواتر لأن المحسوسات فوق المتواترات"۔(۱)

ترجمہ: بیشک حدیث اگرچہ ہماری طرف نسبت کرتے ہوئے آحاد سے ہے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے اپنے کانوں سے سنا ان کے لیے یہ متواتر سے بھی اعلی درجہ کی ہے، کیوں کہ محسوسات کا درجہ متواترات سے اوپر ہے۔

حدیث میراث میں صدیق اکبر کی جانب تفرد کی حقیقت

مذکورہ اقتباس سے واضح ہوگیا کہ اگر یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ یہ حدیث تنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے لیکن چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اپنے کانوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا تو اب اس کا مقام صرف خبر واحد کا نہیں بلکہ متواتر سے بھی اعلیٰ ہوگیا کیونکہ یہ حدیث محسوسات کے قبیل سے ہوئی اور محسوسات کا مقام متواترات سے ارفع و اعلیٰ ہے۔لیکن یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس روایت کو بیان کرنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہیں بلکہ یہ حدیث صحابۂ کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے جن میں آٹھ صحابۂ کرام عشرۂ مبشرہ سے بھی شامل ہیں اس کو سمجھنے کے لیے بخاری شریف کی ایک طویل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مالِكِ بنِ أَوْسِ بنِ الحَدَثَانِ وكانَ مُحَمَّدُ بنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لي ذِكْراً مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ فانْطَلَقْتُ حتَّى أَدْخُلَ علَى مالِكٍ بنِ أَوْسٍ

---

(۱)التفسیر المظھری، ج:۲، ص:۴۴، مکتبۃ الرشیدیۃ، الباکستان، ۱۴۱۲ھ

فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِکَ الحَدِيثِ فقالَ مالِکٌ بَيْنا أنَا جالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ متعَ النَّهَارُ
إِذَا رسولُ عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ يأتِينِي فَقَالَ أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى
أَدْخُلَ علَى عُمَرَ فإذَا هُوَ جالِسٌ علَى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَه وبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِيءٌ
عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ علَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ يا مالِ إِنَّهُ قَدِمَ علَيْنَا مِنْ قَوْمِکَ
أَهْلُ أَبْيَاتٍ وقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فاقْبِضْهُ فاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
لوْ أَمَرْتَ بِهِ غَيْرِي قَالَ اقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حاجِبُهُ يَرْفا فَقَالَ
هَلْ لَکَ فِي عُثْمَانَ وعَبْدِ الرَّحْمانِ بنِ عَوْفٍ والزُّبَيْرِ وسَعْدِ بنِ أَبِي وقَّاصٍ
يَسْتَأْذِنُونَ قَالَ نَعَمْ فأَذِنَ لَهُمْ فدَخلُوا فَسَلَّمُوا وجَلَسُوا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفا يَسِيرا ثُمَّ
قَالَ هَلْ لَکَ فِي عليٍّ وعَبّاسٍ قَالَ نعَمْ فأَذِنَ لَهُمَا فَدَخلاَ فَسلَّمَا فجَلَسَا فَقَالَ
عبّاسٌ يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنينَ اقْضِ بَيْنِي وبَيْنَ هذَا وهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيما أفَاءَ الله علَى
رَسولِهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مِنْ مَّالِ بَنِي النَّضِيرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وأَصْحَابُهُ يَا
أَمِيرَ الْمُؤْمنِينَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الآخَرِ قَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ
بِاللهَ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّماءُ والأَرْضُ هلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رسُولَ الله صلى الله عَلَيْهِ
وَسلم قَالَ لاَ نُورَثُ مَاتَرَكْنا صَدَقَةٌ يُرِيدُ رسُولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم نَفْسَهُ قَالَ
الرَّهْطُ قدْ قَالَ ذَلِکَ فأقْبَلَ عُمَرُ على عَلِيٍّ وعَبّاسٍ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا الله أتَعْلَمَانِ أَنَّ
رَسُولَ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَدْ قَالَ ذَلِکَ قالاَ قَدْ قَالَ ذَلِکَ قَالَ عُمَرُ فَإِنِّي
أُحَدِّثُكُمْ عنْ هَذَا الأَمْرِ إِنَّ الله قَدْ خَصَّ رسُولَهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي هَذَا الفَيْءِ
بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَداً غَيْرَهُ ثُمَّ قرَأَ { وَمَا أَفاءَ الله على رسولِهِ مِنْهُم } (الْحَشْر: ٦)
إِلَى قَوْلِهِ { قَدِيرٌ } فكانَتْ هذِهِ خالِصَةً لِرَسُولِ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَالله مَا
احْتَازَهَا دُونَكُمْ ولاَ اسْتَأْثَرَ بِهَا علَيْكُمْ قَدْ أَعْطَاكُمُوهَا وبَثَّهَا فِيكُمْ حتَّى بَقِيَ مِنْها
هذَا المَالُ فَكانَ رسُولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يُنْفِقُ على أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ

هذَا المَالِ ثُمَّ يأَخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجعَلُهُ مَجعَلَ مالِ الله فَعَمِلَ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِذَلِکَ حياتَهُ أَنْشُدُكُمْ بِاللّهَ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِکَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍ وعَبّاسٍ أَنْشُدُكُمَا بِاللّهَ هَلْ تَعْلَمانِ ذَلِکَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى الله نَبِيَّهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رسولِ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فقَبَضَها أَبُو بَكْرٍ فَعَمِلَ فِيهَا بِما عَمِلَ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَالله يَعْلَمُ إِنَّهُ فِيها لَصادِقٌ بارٌّ راشِدٌ تابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى الله أَبَا بَكْرٍ فَكُنْتُ أَنَا وَلِيَّ أَبِي بَكْرٍ فقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ إِمَارَتِي أَعْمَلُ فِيها بِمَا عَمِلَ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ومَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَالله يَعْلَمُ إِنِّي فِيهَا لَصادِقٌ بارٌّ راشِدٌ تابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي وَكَلِمَتُكُما واحِدَةٌ وأَمْرُكُمَا واحِدٌ جِئْتَنِي يَا عَبّاسُ تَسْأَلُنِي نَصِيبَکَ مِنِ ابنِ أَخِيکَ وجاءَنِي هذَا يُرِيدُ عَلِيّاً يُرِيدُ نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقُلْتُ لَكُمَا إِنَّ رَسُولَ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ لاَ نُورَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَالِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا۔

قُلْتُ إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا على أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ الله ومِيثَاقَهُ لَتَعْمَلاَن فِيها بِما عَمِلَ رسولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وبِمَا عَمِلَ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ وبِمَا عَمِلْتُ فِيهَا مُنْذُ وَلِيتُهَا فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا فَبِذَلِکَ دَفَعْتُها إِلَيْكما فَأَنْشُدُكُمْ بِاللّهَ هَلْ دَفَعْتُها إِلَيْهِمَا بِذَلِکَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلى عَلِيٍّ وعبّاسٍ فقَالَ أَنْشُدُكُما بِاللّهَ هَلْ دَفَعْتُها إِلَيْكُمَا بِذَلِکَ قالاَ نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانه مِنِّي قَضاء غَيْرَ ذَلِکَ فَوَالله الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ والأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيها قَضَاءً غَيْرَ ذَلِکَ فإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْها فادْفَعَاها إِلَيَّ فإِنِّي أَكْفِيكُمَاها۔(۱)

ترجمہ: ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ محمد بن جبیر نے مالک بن اوس

---

(۱)صحیح البخاری، ج:۴، ص:۷۹، دار طوق النجاہ، ۱۴۲۲ھ)

بن حدثان کی اس حدیث کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا، پھر میں مالک بن اوس کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس حدیث کو ان سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں اپنے گھر والوں میں بیٹھا ہوا تھا اور دن چڑھ چکا تھا کہ حضرت عمر بن خطاب کا فرستادہ میرے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین کے یہاں چلو، اس کے ساتھ چل کر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عمر کھجور سے بنی ہوئی چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا اور چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، فرمایا: اے مالک تمہاری قوم کے گھر والے میرے پاس آئے تھے میں نے انہیں کچھ مال دینے کا حکم دے دیا ہے اسے لے جاؤ اور ان میں تقسیم کر دو، میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین اگر میرے علاوہ یہ کام کسی اور کے سپرد کرتے تو اچھا ہوتا، فرمایا: اے شخص اسے لے جا، میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ان کے دربان یرفا حاضر ہوئے اور عرض کیا: عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف، زبیر اور سعد بن وقاص اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، دربان نے ان حضرات کو مطلع کیا، یہ لوگ اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ یرفا تھوڑی ہی دیر بیٹھے ہوں گے کہ پھر حاضر ہو کر عرض کیا: کیا آپ علی اور عباس کو اندر آنے کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، یرفا نے ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت کی خبر دی، تو یہ دونوں حضرات اندر آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اب عباس نے کہا: اے امیر المومنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمائیں، ان دونوں حضرات کا تنازع بنی نضیر کی اس زمین کے بارے میں تھا جو اللہ نے اپنے رسول کو بطورِ فَی عطا فرمائی تھی، حضرت عثمان اور ان کے ساتھیوں کے پورے گروہ نے کہا اے امیر المومنین ان کے درمیان تصفیہ فرما دیں اور ایک کو دوسرے سے راحت میں کر دیں، اب حضرت عمر نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ٹھہرو، میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں، کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ (ہم سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مراد لی تھی۔ سب نے کہا: رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں صاحبان کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا ہے؟ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا کہ ہاں وہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا: میں اس معاملہ کو آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہوں، بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال غنیمت میں کچھ ایسا خاص فرمادیا تھا کہ ان کے علاوہ کسی کو نہیں عطا فرمایا، پھر انہوں نے سورۂ حشر کی یہ آیت وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ سے قَدِيرٌ تک تلاوت فرمائی۔

اس آیت کی روشنی میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص رہا اور واللہ حضور نے تمہارے علاوہ کسی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا، تمہیں لوگوں کو عطا فرمایا، تم میں بانٹا، یہاں تک کہ اس میں سے یہ مال بچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال غنیمت میں سے اپنے اہل کے سال بھر کا نفقہ نکال دیتے، پھر جو بچتا اسے خالص اللہ کے مال کی جگہ صرف فرماتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری بھر اسی پر عمل فرمایا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ اسے جانتے ہو؟ ان سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا: میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ لوگ بھی یہ جانتے ہیں؟ (تو ان دونوں حضرات نے کہا ہاں ہم لوگ بھی جانتے ہیں) حضرت عمر نے فرمایا: پھر اللہ نے اپنے نبی کو اپنے یہاں اٹھالیا، تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہوں اور انہوں نے اسے اپنے قبضہ میں لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں جو کرتے تھے وہی انہوں نے بھی کیا اور بلاشبہہ وہ اس میں سچے، نِکوکار، ہدایت پر چلنے والے اور حق کے تابع تھے، پھر ان کا

وصال ہوگیا، تو میں ابو بکر کا جانشین ہوا اور میں نے اسے اپنی تحویل میں اپنی خلافت کے دو سال رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کے طریقے کے مطابق کاربند رہا اور خدا جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا نِکو کار، ہدایت پر کاربند اور حق کا تابع ہوں، پھر آپ دونوں حضرات تشریف لائے اور آپ لوگوں کی بولی ایک تھی اور معاملہ بھی ایک۔ اے عباس آپ تشریف لائے اور اپنے بھائی کے صاحبزادے کے ترکہ میں سے اپنا حصہ مانگنے لگے اور یہ یعنی حضرت علی آئے اور اپنی بیوی کا حصہ ان کے والد کے مال میں سے چاہتے تھے تو میں نے آپ لوگوں سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے، بعد میں جب میں نے مناسب جانا کہ آپ لوگوں کی تحویل میں دے دوں؟

تو میں نے آپ لوگوں سے کہا: اگر آپ لوگ چاہیں تو آپ لوگوں کی تحویل میں دے دوں، اس شرط پر کہ آپ لوگوں پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے کہ ان اموال میں وہی کریں گے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کرتے تھے اور اپنی خلافت سے اب تک جو میں کرتا تھا، یہ سن کر آپ لوگوں نے کہا ہمیں منظور ہے، ہماری تحویل میں دے دیجئے، تو اسی شرط پر میں نے آپ لوگوں کو دیا۔ میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے ان لوگوں کو اسی شرط پر نہیں دیا ہے؟ پورے گروہ نے کہا: ہاں یہی بات ہے۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف رخ فرمایا اور کہا: میں آپ لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا میں نے اسی شرط پر آپ لوگوں کو نہیں دیا ہے؟ دونوں نے کہا: ہاں، اب فرمایا: آپ لوگ مجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ فیصلہ کرانا چاہتے ہو؟ قسم ہے اس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں میں اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا، اب اگر آپ لوگ اس سے عاجز ہیں تو مجھے لوٹا دیں میں ان کی دیکھ بھال کرلوں گا۔

کن صحابۂ کرام نے حدیث میراث کو روایت فرمایا؟

مذکورہ حدیث شریف کے مطابق ''لَا نُورَثُ مَا تَرَکْنا صَدَقَةٌ'' کے راوی سات صحابۂ کرام ہو گئے: حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت مولا علی، حضرت عباس، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ مظہری پانی پتی [م ۱۲۲۵ھ] فرماتے ہیں:

''ما قالوا ان الحديث تفرد بروايته ابوبكر باطل بل رواه جماعة من الصحابة منهم حذيفة بن اليمان و أبو الدرداء و عائشة و أبو هريرة''۔(۱)

ترجمہ: اس حدیث کی روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفرد کا جو قول کیا گیا ہے وہ باطل ہے بلکہ اس کو صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابو دردا، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔

یہ حدیث تواتر کے ساتھ مروی ہے اور کوئی دوسری ایسی دلیل بھی نہیں ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حکم کو واپس لیا ہو تو اس سے کتاب اللہ کے حکم عام میں تخصیص جائز ہوگی کیوں کہ کتاب اللہ کے حکم عام میں خبر واحد یا قیاس سے تخصیص جائز نہیں ہوتی ہے لیکن حدیث مشہور و متواتر سے تخصیص جائز ہوا کرتی ہے۔

---

(۱) التفسير المظهری، ج: ۲، ص: ۴۴، مكتبة الرشيدية، الباكستان، ۲۱۴۱ھ

قیاس سے استدلال

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قیاس سے استدلال فرمایا جیسا کہ سنن ترمذی، السنن الکبری للبیہقی، مسند امام احمد بن حنبل اور شرح معانی الآثار کی روایت سے ظاہر ہے، مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے:

"عن أبی سلمة أن فاطمة قالت لأبی بکر من یرثک إذا مت؟ قال ولدی وأهلی، قالت فمالنا لا نرث النبی صلی اللہ علیه وسلم؟ قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: إن النبی لا یورث"۔(۱)

ترجمہ: ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کا وارث کون ہوگا؟ فرمایا: میری اولاد اور میرے گھر والے، حضرت فاطمہ نے کہا: ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارث کیوں نہیں ہوں گے؟ حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

شرح معانی الآثار کی روایت اس طرح ہے:

"عن أم هانئ أن فاطمة رضی اللہ عنها قالت یا أبا بکر من یرثک إذا مت؟ قال ولدی وأهلی، قالت: فمالک ترث النبی صلی اللہ علیه وسلم دونی؟ قال: یا ابنة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما ورث أبوک دارا ولا ذهبا ولا غلاما"۔(۲)

ترجمہ: حضرت امِّ ہانی سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج: ۱، ص: ۲۶۶، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۲۱ھ

(۲) شرح معانی الآثار، ج: ۳، ص: ۳۰۸، عالم الکتب الطبعة، المدینة المنورة ۱۴۱۴ھ

کہا: اے ابوبکر آپ کے وصال کے بعد آپ کا وارث کون ہوگا؟ فرمایا: میری اولاد اور میرے گھر والے، حضرت فاطمہ نے کہا: تو آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث میرے علاوہ کو کیوں بناتے ہیں؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے شہزادی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے والد محترم نے گھر، سونا اور غلام وراثت میں نہیں چھوڑے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی [م ۲۷۹ھ] روایت فرماتے ہیں:

”عن أبی هريرة قال: جاءت فاطمة إلى أبی بكر، فقالت: من يرثک؟ قال: أهلی، وولدی۔ قالت: فمالی لا أرث أبی؟ فقال ابو بكر: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا نورث، ولكنی أعول من كن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوله“۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں، کہا: آپ کا وارث کون ہوگا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: میرے گھر والے اور میری اولاد، حضرت فاطمہ نے فرمایا: میں اپنے والد کی وارث کیوں نہیں ہوں گی؟ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا، لیکن جن کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفالت فرماتے تھے میں ان کا خرچہ اٹھاؤں گا۔

”عن أبی هريرة أن فاطمة رضی الله عنها جاءت إلى أبی بكر رضی الله عنه، فقالت: من يرثک؟ قال: أهلی، وولدی۔ قالت: فما لی لا أرث النبی صلى الله عليه وسلم؟ قال: انی سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: انا لا نورث،

(۱) سنن الترمذی، ج:۳، ص: ۲۰۹، دار الغرب الإسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء

ولكني أعول من كن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعول له"۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں، کہا: آپ کا وارث کون ہوگا؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: میرے گھر والے اور میری اولاد، حضرت فاطمہ نے فرمایا: تو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وارث کیوں نہیں ہوں گی؟ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا، لیکن جن کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفالت فرماتے تھے میں ان کا خرچہ اٹھاؤں گا۔

مذکور روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قیاس سے استدلال فرمایا تھا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ جب کسی بھی مومن مسلمان کا وصال ہوتا ہے تو اس کی وراثت اس کی اولاد اور اس کے گھر والوں پر تقسیم ہوتی ہے حتی کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت بھی ان کی اولاد اور ان کے گھر والوں پر ہی تقسیم ہوگی تو میرے والد محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت بھی اسی طرح تقسیم ہونی چاہیے جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی تو آپ پر دلیل واضح ہوگئی اور اپنے موقف سے رجوع فرمالیا۔

"البدایہ والنہایہ" میں ہے:

"وأما تغضب فاطمة رضي الله عنها وأرضاها على أبي بكر رضي الله عنه وأرضاه فما أدري ما وجهه، فإن كان لمنعه إياها ما سألته من

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي، ج:۶، ص:۴۹۳، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۴ھ

الميراث فقد اعتذر إليها بعذر يجب قبوله وهو ما رواه عن أبيها رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال ''لا نورث ما تركنا صدقة'' وهي ممن تنقاد لنص الشارع الذي خفي عليها قبل سؤالها الميراث كما خفي على أزواج النبي صلى الله عليه وسلم''۔(۱)

ترجمہ: اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکر رنجی کا سبب مجھے نہیں معلوم کیوں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو منع فرمایا جب انہوں نے میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت صدیق اکبر نے ان سے ایسا عذر یعنی ان کے والد گرامی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ''لا نورث ما ترکنا صدقة'' کو پیش کیا کہ جس کا قبول کرنا لازم تھا تو انہوں نے شارع علیہ السلام کی نص کو تسلیم کیا جو ان پر میراث کے مطالبہ سے پہلے مخفی تھی جس طرح سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے مخفی تھی۔

وہ حضرات ان عبارتوں پر غور فرمائیں جو سرے سے اس معاملہ میں اجتہاد ہی کا انکار کرتے ہیں، کیا ذکر کی گئی ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس معاملہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجتہاد فرمایا تھا، خاص کر اخیر کی دونوں عبارتوں میں تو صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قیاس اور عموم آیت سے احتجاج فرمایا یہی اجتہاد تھا اور جس دلیل سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال فرمایا وہ آپ پر مخفی تھی لیکن جب آپ پر دلیل واضح ہوگئی تو آپ نے اس حکم کو تسلیم فرمالیا اور مطالبۂ باغِ فدک کو ترک فرمادیا۔

---

(۱) البدایة والنھایة، ج:۵، ص:۲۸۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۷ھ

اب نہ جانے جولوگ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اجتہاد کا انکار کرتے ہیں ان کے پاس اس انکار کی کیا وجہ ہے ورنہ علمائے کرام کے اقوال وعبارات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مطالبہ اجتہاد کر کے فرمایا تھا، علامہ ابن حجر ہیتمی سعدی [م ۹۷۴ھ] فرماتے ہیں:

”وأما عذر فاطمة في طلبها مع روايته لها الحديث فيحتمل أنه لكونها رأت أن خبر الواحد لا يخصص القرآن كما قيل به فاتضح عذره في المنع وعذرها في الطلب فلا يشكل عليك ذلك وتأمله فإنه مهم“۔(۱)

ترجمہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معذور ہونا مطالبہ میں حدیث شریف میں ان کے متعلق روایت کے باوجود، تو احتمال یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ خبر واحد کے ذریعہ قرآن میں تخصیص نہیں کی جاسکتی جیسا کہ کہا گیا ہے تو اس کو منع کر کے میراث کے مطالبہ کے متعلق آپ کا معذور ہونا واضح ہوگیا تو اب کوئی اعتراض نہیں ہوگا، غور کیجیے کیوں کہ یہ بہت اہم ہے۔

ترجمہ: بلکہ وہ اکابرین مجتہدین اور علی الاطلاق تمام صحابۂ کرام میں اعلم تھے۔

اس عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطالبۂ فدک اس وجہ سے تھا کیوں کہ آپ نے سوچا کہ آیت میراث کے مقابلہ میں جو

---

(۱)الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، ج:۱، ص:۹۴، مؤسسة الرسالة، لبنان، ۱۴۱۷ھ

حدیث ہے وہ خبرِ واحد ہے جس سے تخصیص جائز نہیں لیکن بعد میں آپ پر معاملہ واضح ہوگیا۔اسی کو اجتہاد کہا جاتا ہے کہ مجتہد حکمِ شرع کے حصول کے لیے حتی الوسع کوشش کرے، اگر دلیل کے مخفی ہونے کے سبب درست حکم کو نہ پا سکے تو مخطی ہے اور گر مراد کو پہنچ جائے تو مصیب ہے، اگراس کو اجتہاد نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے گا؟

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین سہالوی لکھنوی [م ۱۲۲۵ھ] فرماتے ہیں:

”وأهل البيت كسائر المجتهدين، يجوز عليهم الخطأ في اجتهادهم، وهم يصيبون و يخطئون و كذا يجوز عليهم الزلة، وهي وقوعهم في امر غير مناسب لمرتبتهم من غير تعمد، كما وقع في سيدة النساء رضى الله تعالى عنها من هجر انها خليفة رسول الله صلى الله عليه و آله و اصحابه و سلم حين منعها فدک من جهت الميراث ولا ذنب فيه“۔(۱)

ترجمہ: اہل بیت اطہار دیگر مجتہدین کی طرح ہیں ان سے اجتہاد میں خطا کا واقع ہو سکتی ہے، وہ درستگی کو بھی پہنچتے ہیں اور خطا بھی کرتے ہیں اور اسی طرح ان (اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) سے لغزش کا ہونا جائز ہے، لغزش کہتے ہیں ان کا اپنے مرتبے کے اعتبار سے بغیر ارادہ کے کسی غیر مناسب امر میں واقع ہونا۔جیسا کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام نہ کر کے لغزش ہوئی، جب وراثت میں ان کو باغ فدک دینے سے انکار کر دیا حالاں کہ اس (لغزش) میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

یہاں پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب ترکِ کلام کی نسبت کی گئی ہے، حالاں کہ علمائے کرام نے اس کی توجیہ فرمائی ہے جو عنقریب آرہی ہے۔

---

(۱)فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، الاصل الثالث/الإجماع، ج۲، ۲۷۹

اسی کے چند سطر بعد یوں تحریر فرماتے ہیں:

”وھذا یفید علما ضروریا بان کل واحد من الأئمة بل المقلدین إیاھم أیضا من الصحابة ومن بعدھم کانوا عالمین بعدم العصمة عن الخطإ الإجتھادی، ویفید ایضا علما ضروریا بان اھل البیت ایضا کانوا عالمین بعدم عصمة أنفسھم من ھذا الخطأ الإجتھادی“۔(۱)

ترجمہ: یہ اس بات کے ضروری علم کا فائدہ دیتا ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین میں سے مجتہدین بلکہ مقلدین بھی خطائے اجتہادی سے عدم عصمت کا علم رکھتے تھے۔اس بات کے بھی ضروری علم کا فائدہ دیتا ہے کہ اہل بیت بھی اس خطائے اجتہادی سے خود کے غیر معصوم ہونے کا علم رکھتے تھے۔

مذکورہ دونوں عبارتوں میں سے پہلی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ صاحب ”فواتح الرحموت“ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق اس معاملہ میں وقوع لغزش کا موقف رکھتے تھے جس کو یہاں پر انہوں نے ”زلۃ“ سے تعبیر کیا ہے اور خطائے اجتہادی کو ”زلۃ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس پر چند شواہد ملاحظہ ہوں، حضرت امام بغوی شافعی [م ۵۱۰ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”[فأزلھما] أی استزل [الشیطان] آدم وحواء أی دعاھما الی الزلة“۔(۲)

ترجمہ: تو شیطان نے ان دونوں کو لغزش دی یعنی حضرت آدم وحوا کو لغزش کی جانب بلایا۔

---

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، الاصل الثالث/الإجماع، ج ۲، ۲۷۹

(۲) معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ج: ۱، ص: ۱۰۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ

اسی میں ہے:

"وقیل حملهم الزلة وهی الخطیئة"۔(۱)

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ شیطان نے ان کو لغزش پر ابھارا اور لغزش وہ خطائے اجتہادی ہے۔

امام جار اللہ زمخشری [م ۵۳۸ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"فحملها الشیطان علی الزلة بسببها"۔(۲)

ترجمہ: تو شیطان نے اس کے سبب ان کو لغزش پر ابھارا۔

ایسی ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں مثالیں مل جائیں گی کہ جہاں پر خطائے اجتہادی کو "زلۃ" سے تعبیر کیا گیا یا جس چیز کو ایک محقق نے خطائے اجتہادی سے تعبیر کیا دوسرے نے اسی کو "زلۃ" سے تعبیر کیا یا ایک ہی محقق نے ایک معاملہ کو ایک مقام پر خطائے اجتہادی سے تعبیر کیا دوسرے مقام پر "زلۃ" سے تعبیر کیا۔

"صاحب فواتح الرحموت" کی دوسری عبارت سے تو بالکل صاف ظاہر ہے کہ وہ اس معاملہ میں کیا موقف رکھتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ صحابۂ کرام اور ان کے بعد کے حضرات چاہیں وہ مجتہد ہوں یا مقلد ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مجتہد اِس خطائے اجتہادی سے معصوم نہیں ہے، اور اہل بیت اطہار بھی اپنے معصوم ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جن علما نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب خطائے اجتہادی کی نسبت کی ہے ان کو گستاخ و

---

(۱) معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ج:۱، ص:۵۲۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سنہ ۱۴۲۰ھ)

(۲) تفسیر الزمخشری، ج:۱، ص:۱۲۷، دار الکتب العربی، بیروت، سنہ ۱۴۰۷ھ

بے ادب ہرگز نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی محض اس وجہ سے ان کی تضلیل وتفسیق کی جائے گی بلکہ اس وجہ سے کسی عالم پر طعن وتشنیع اور اس کی تضلیل وتفسیق اور تکفیر کرنے والے یا گالیاں بکنے والے ظالم کہلائیں گے۔

بہارِ شریعت کے ضمیمہ میں حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی قادری (آپ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے تلمیذ، حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے مرید اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں قادری علیہ الرحمہ کے خلیفہ ہیں) قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو بیان کرتے ہوئے "اَلاِجتِہَادُ لا یَنْقُضُ بِالاِجتِہَادِ" کے تحت یوں تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم، اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا"۔(۱)

حضرت علامہ سید ظہیر احمد زیدی قادری نے ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء میں بہار شریعت کے ضمیمہ کو مکمل فرمایا اس وقت حضرت مفتی جلال الدین امجدی، صدر العلما حضرت تحسین ملت، امین شریعت حضرت مفتی سبطین رضا، بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی، قاضی عبد الرحیم بستوی، مفتی محمد شریف الحق امجدی، حضور سید العلما مارہروی، حضور احسن العلما مارہروی، مشاہد ملت، علامہ عبد المصطفی اعظمی، مفتی خلیل احمد برکاتی، حضور تاج الشریعہ علیہم

---

(۱) ضمیمہ بہار شریعت، ج:۳،ص:۵۶۸، فرید بک ڈپو، دہلی

الرحمہ وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں اکابرین علمائے کرام موجود تھے اور اب بھی ان کے علاوہ بہت سے اکابر علمائے کرام موجود ہیں اگر یہ خطائے اجتہادی کی نسبت ہی توہین وتنقیص اور بے ادبی ہوتی تو اب تک کسی نہ کسی ذمہ دار عالم نے بہارِ شریعت کے ضمیمہ کی اس عبارت پر ضرور اعتراض کیا ہوتا۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ۱۴۰۸ھ سے لے کر آج تک کسی عالم دین نے اس کو پڑھا ہی نہیں ہوگا کیوں کہ بہار شریعت ایک ایسی کتاب ہے کہ برصغیر کا کوئی بھی دار الافتا اور مذہبی تعلیمی وتحقیقی ادارہ ایسا نہیں ہوگا کہ جہاں بہارِ شریعت نہ ہو اور برصغیر کے مفتیان کرام میں شاید ہی کوئی ایسا مفتی ہو کہ جس کا فقہ وافتا سے برابر تعلق رہتا ہو اور وہ بہارِ شریعت کو نہ پڑھتا ہو۔

اولادِ رسول غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی [م ۱۴۰۶ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پتا چلا کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہیں، اس لیے نہیں کہ میں نے ان کو حدیث رسول سنائی ہے بلکہ اس لیے کہ میرا اجتہاد ان کے اجتہاد سے بہتر ہے“۔(۱)

گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیل گزر چکی کہ موضع اختلاف میں درست حکم تک رسائی صرف ایک کی ہوتی ہے لیکن عند اللہ مجتہد مخطی ہو یا مصیب وہ ماجور ہی ہوتا ہے کیوں کہ اجتہاد یہ ایک ایسا امر عظیم ہے کہ جس پر اصابت وخطا دونوں صورتوں میں اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم یہ ہوا کہ جو اجتہاد میں خطا کرے اس کا اجتہاد بھی بہتر ہوتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ بہتر وہ اجتہاد ہے جو اصابت کو پہنچے اسی کو غزالی زماں نے اپنی ان سطور میں نہایت ہی بہتر انداز میں ذکر فرمایا ہے حالاں کہ اس کا نتیجہ وہی ہے کہ حضرت غزالی زماں نے بھی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب

---

(۱) مشکلات الحدیث، ص: ۲۰۷

خطائے اجتہادی کومنسوب کیا ہے۔

اس کے موضعِ اختلاف ہونے کی وضاحت بھی خود فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اجتہاد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد سے کچھ مختلف تھا''۔(۱)

شارح بخاری و مسلم غلام رسول سعیدی اگرچہ علمائے اہل سنت کو ان سے کچھ تحفظات ہیں لیکن زیر بحث معاملہ میں کچھ ایسے لوگ بھی حصہ دار ہیں جو ان سے عقیدت رکھتے ہیں موصوف نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں:

''بہر حال حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس باب میں جو جاری ہوا وہ ان کا اجتہاد تھا اور ہم اللہ عز وجل سے یہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا کیونکہ انہوں نے حضرت ابو بکر سے اس وجہ سے ترک تعلق کر لیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک تعلق کے اہل نہیں تھے کیونکہ وہ ان کے والد کے خلیفہ تھے لیکن یہ اجتہاد کے باب سے ہے اگر سیدہ کا اجتہاد صحیح ہوتا تو ان کو اس میں دو اجر ملتے اور اگر خطا ہے تب بھی انہیں ایک اجر بہر حال ملے گا، اور ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتوں اور مخلوق کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ اس باب میں صحت اور ثواب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اور ان کے باقی اصحاب کے ساتھ تھا''۔(۲)

مذکورہ عبارت میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب کتنے سخت الفاظ میں خطائے اجتہادی کی نسبت کی گئی ہے لیکن آج تک کسی نے بھی شارح کی اس عبارت پر گرفت نہیں فرمائی حالاں کہ اگر حقیقت حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو جہاں پر حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب ترکِ کلام اور ناراضی کی نسبت کا ذکر

---

(۱)مشکلات الحدیث، ص: ۲۰۸

(۲)نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، ج: ۱۴، ۸۴۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، کراچی

کیا گیا ہے ایسی نسبت کرنے والوں کو بھی آج تک کسی نے بھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گستاخ نہیں کہا، حالاں کہ اہل علم اِن دونوں (مطالبہ کے وقت کی خطائے اجتہادی اور ناراضی کی خطائے اجتہادی) کے درمیان فرق کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ جن کتب کو آج سے صدیوں پہلے لکھا گیا ہمارے علما واسلاف رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے ان سے استفادہ فرمایا ان کے حوالے دیئے لیکن ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب جو خطائے اجتہادی کی نسبت کی گئی اس پر گرفت نہیں فرمائی، نہ ہی ان کو حضرت خاتون جنت کا گستاخ اور بے ادب قرار دیا، عقل منداس سے ہی بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا حضرت سیدہ فاطمہ بعدِ فیصلہ ناراض تھیں؟

کچھ حضرات نے ایک دوسری بحث کو بھی شروع کیا ہے جو کہ علما کی عبارات ہی سے مستفاد ہے مثلا صاحب فواتح الرحموت کی عبارت جو گزری اس کے علاوہ بعض دیگر روایات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجتہاد میں خطا تو واقع ہوئی تھی لیکن یہ خطا کلام کو ترک فرمانے کی وجہ سے تھی۔

اسی طرح سے البدایہ والنہایہ کی اس عبارت "وقد روینا أن فاطمة رضی اللہ عنها احتجت أولا بالقیاس و بالعموم في الآیة الكریمة" اوراس کے علاوہ بعض دیگر روایتوں سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ یہ خطا مطالبہ کے سبب تھی۔

لیکن علمائے کرام کے اقوال سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض نہیں تھیں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

اولاً: تو یہ کہ اس طرح کے کلام کو جہاں تک ممکن ہو محملِ حسن پر محمول کرنا چاہیے

بخاری شریف کی روایت میں جو الفاظ ہیں ”فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت“ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف سننے کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صدیق اکبر کے حکم کو تسلیم کیا ”فھجرتہ“ تو آپ نے مطالبہ کو ترک فرمادیا ”فلم تکلمہ حتی توفیت“ اور مرتے دم تک کبھی بھی اس کے متعلق کلام نہیں فرمایا۔

جب راوی کے کلام کو اس معنی پر محمول کریں گے تو کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی اس کی جانب اشارہ فرمایا ہے آپ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

”وکذا نقل الترمذی عن بعض مشائخہ ان معنی قول فاطمۃ لأبی بکر و عمر لا أکلمکما أی فی ھذا المیراث“۔ (۱)

ترجمہ: اور ایسا ہی حضرت امام ترمذی نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کہ ”میں تم سے بات نہیں کروں گی“ کا مطلب یہ ہے کہ اس میراث کے متعلق بات نہیں کروں گی۔

ثانیا: حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فطری طور پر گوشہ نشین تھیں، لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھیں۔ احادیث کے پورے دفتر دیکھ ڈالیے حضرت سیدہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت میں لوگوں سے ملنے جلنے کے واقعات نہیں ملیں گے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تو آپ پر غم واندوہ کا ایسا وقت آیا جس کا اندازہ خود انہیں کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے فرماتی ہیں:

---

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج: ۶، ص: ۲۰۲، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

صبت علی مصائب لو أنها　　صبت علی الأیام صرن لیالیا

ترجمہ: مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر پڑیں تو رات ہو جائیں۔

اسی غم کے اثر سے چھ ماہ کے بعد واصل بحق ہو گئیں، وہ اس اثنا میں کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے نہیں آئیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہی وقت سب سے زیادہ امور خلافت میں مصروفیت کا تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت روم سے ٹکر لینے کے لیے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر روانہ ہو چکا تھا، مانعین زکوۃ، مرتدین اور کذاب مدعیان نبوت کی الگ شورش تھی۔ ان سب فتنوں کے قلع قمع کرنے کی مصروفیت کے سبب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری کا موقع نہ مل سکا۔ انہیں حالات سے راویوں نے جو سمجھا وہ بیان کیا حالانکہ معاملہ ایسا بالکل بھی نہیں تھا۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان مبارک سے ناراضگی یا شکایت والے کلمات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کبھی نہیں نکلے اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اس فیصلہ کے بعد کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی کا اظہار کیا ہو اور آپ یہ جانتے ہیں کہ ناراضگی یہ دل کا فعل ہے جب تک زبان یا کسی دوسرے طریقہ سے اس کا اظہار نہ کیا جائے تب تک اس کے متعلق جزم و یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

البتہ آثار و قرائن سے قیاس کیا جا سکتا ہے مگر ایسے قیاس میں غلطی ہو جانے کا بہت امکان رہتا ہے جیسا کہ ایک بار بہت سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلوت نشینی سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے حالانکہ معاملہ ایسا نہیں تھا جس کا علم اس وقت ہوا جب حضرت عمر فاروق

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست حضور کی بارگاہ سے معلوم کرلیا۔اسی طرح فدک کے معاملہ میں بھی ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا معاملات کی وجہ سے راوی نے یہ سمجھ لیا ہو کہ حضرت سیدہ ناراض ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ناراض نہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ برابر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھر کے سارے اخراجات لیتی تھیں اوران کی بیوی حضرت اسما بنت عمیس سیدہ کی تیمارداری کرتی تھیں اگر واقعی حضرت سیدہ ناراض ہوتیں تو ان کی اور ان کی بیوی کی خدمات ہرگز قبول نہ فرماتیں۔

اس کی اگر مزید تفصیلات دیکھنی ہوں تو فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کا ایک فتوی ''باغ فدک'' کے نام سے ہے اس کو پڑھا جائے یا ''نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ششم کا مطالعہ کیا جائے، یہ مذکورہ سطور بھی انہیں دونوں کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

خاتمہ

موقفِ اہل سنت در بارۂ اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام

تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جنتی ہیں، اہل خیر وصلاح اور عادل ہیں، ان کا جب بھی ذکر ہو بھلائی کے ساتھ ہی کرنا فرض ہے، ان میں سے کسی کے ساتھ بھی سوءِ عقیدت بدمذہبی وگمراہی واستحقاقِ جہنم ہے، کہ یہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے، ایسا شخص رافضی ہے، اگرچہ چاروں خلفا کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے، مثلاً حضرت امیرِ معاویہ اور اُن کے والدِ ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند، اسی طرح حضرت سیّدنا عَمر و بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبلِ اسلام حضرت سیّدنا سید الشہد احمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعدِ اسلام اَخبث الناس خبیث مُسَیلِمہ کذّاب ملعون کو واصلِ جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے: کہ میں نے خیر النّاس وشر النّاس کو قتل کیا، اِن میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرّا ہے اور اِس کا قائل رافضی، اگرچہ حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی، کہ ان کی توہین، بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق وامامِ مطلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمرِ فاروق، پھر حضرت عثمان غنی، پھر حضرت مولیٰ علی پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے، اِن حضرات کو خلفائے راشدین اور اِن کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، کہ انھوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

بعد انبیا ومرسلین، تمام مخلوقاتِ الٰہی انس وجن وملک سے افضل صدیق اکبر ہیں، حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی سعدی [م ۹۷۴ھ] فرماتے ہیں:

”بل ھو أکابر المجتھدین بل ھو أعلم الصحابۃ علی الإطلاق“۔(۱)

ترجمہ: وہ اکابرین مجتہدین بلکہ علی الاطلاق تمام صحابہ میں اعلم ہیں۔

پھر عمر فاروقِ اعظم، پھر عثمان غنی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم، جو شخص مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے افضل بتائے، گمراہ بدمذہب ہے۔

خلفائے اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشَّرہ وحضرات حسنین واصحابِ بدرو اصحابِ بیعۃ الرضوان کے لیے افضلیت ہے اور یہ سب قطعی جنتی ہیں۔(۲)

حضور سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبّت اور حضور کے اقارب کی محبّت دِین کے فرائض میں سے ہے۔لیکن اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو نہ تو معصوم کہا جائے گا اور ان میں سے جو بعض سے لغزشیں صادر ہوئیں اس کی وجہ سے ان پر طعن بھی جائز نہیں، مسلم الثبوت کی شرح میں علامہ عبدالعلی محمد نظام الدین لکھنوی [م ۱۲۲۵ھ] فرماتے ہیں:

”وعندنا العصمۃ بھذا الوجہ مختصۃ بالانبیاء فیما یخبرون بالوحی وما یستقرون علیہ وأھل البیت کسائر المجتھدین ، یجوز علیھم الخطأ فی اجتھادھم، وھم یصیبون و یخطئون، و کذا یجوز علیھم الزلۃ، وھی وقوعھم فی امر غیر مناسب لمرتبتھم من غیر تعمد، کما وقع فی سیدۃ النساء رضی اللہ تعالی عنھا من ھجر انھا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم حین منعھا فدک من جھت المیراث و لا ذنب فیہ“۔(۳)

ترجمہ: ہمارے نزدیک اس طور پر معصوم ہونا انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے کہ ان کو وحی کے ذریعہ مطلع کردیا جاتا ہے اور وہ خطا پر قائم نہیں رہتے ہیں۔

---

(۱) ماخوذ از بہارِ شریعت

(۲) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، الاصل الثالث/الإجماع، ج ۲، ۷ ۲، ۲

(۲) الصواعق المحرقۃ علی أھل الرفض والضلال والزندقۃ، ج:، ص:۸۵، مؤسسۃ الرالۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

اہل بیت اطہار دیگر مجتہدین کی طرح ہیں ان سے اجتہاد میں خطا بھی واقع ہوتی ہے، اور وہ درستگی کو بھی پہنچتے ہیں اور خطا بھی کرتے ہیں اور اسی طرح ان (اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) سے لغزش کا ہونا جائز ہے، لغزش کہتے ہیں ان کا اپنے مرتبے کے اعتبار سے بغیر ارادہ کے کسی غیر مناسب امر میں واقع ہونا۔ جیسا کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلام نہ کرکے لغزش ہوئی، جب وراثت میں ان کو باغ فدک دینے سے انکار کردیا حالاں کہ اس (لغزش) میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی [م ۱۳۶۷ھ] تحریر فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم، انبیا نہ تھے، فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں، مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خلاف ہے''۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ج:۱، ص: ۶۲، فرید بک ڈپو، دہلی)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [م ۱۲۳۹ھ] تحریر فرماتے ہیں:

''روش اہل سنت وجماعت آں است کہ صحابی پیغمبر را جز بخیر یاد نہ کنند، و لعن و سب و شتم و اعتراض و انکاربر ایشاں براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہ داشت نسبت صحبت بآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ورودِ فضائل و مناقبِ ایشاں در آیات و احادیث عموماً''۔ (۱)

---

(۱) تکمیل الایمان، ص: ۱۶۹، الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

ترجمہ: اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو ہمیشہ خیر ہی سے یاد کرنا چاہیے۔ لعن وطعن، سب وشتم، اعتراضات وانکاران کی ذات پر کرنا نامناسب ہے، ان کے معاملہ میں کسی کی بھی بے ادبی روا نہیں رکھنی چاہیے کیوں کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور ان کے فضائل ومناقب میں اکثر آیات قرآنی اور احادیث نبوی موجود ہیں۔

اسی میں ہے:

’’آنجه از بعض ایشاں در مشاجرات و محاربات تقصیر در حفظِ حقوقِ اہل بیت نبوی و رعایت ادب بایشاں نقل کنند، بعد از تسلیم صحت آں اخبار ازاں اغماض کنند و تغافل ورزند، و گفته ناگفته و شنیده نا شنیده انگارند، زیرا که صحبتِ ایشاں باپیغمبر صلی اللہ تعالی علیه وسلم یقینی است و نقلہائے دیگر ظنی، و ظن بایقین معارض نه گردد، ویقینی بظنی متروک نه شود‘‘۔(۱)

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بعض اختلافات یا محاربات یا اہل بیت اطہار کے حقوق میں کوتاہی اور ان کے آداب میں کمی کی روایات ملتی ہیں ان سے اعراض کرنا ضروری ہے اور ان کو نظر انداز کر دینا چاہیے، اور گفتہ نا گفتہ، شنیدہ نا شنیدہ پر عمل کرنا چاہیے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی صحبت ومجلس یقینی ہے مگر اہلِ بیت کے ساتھ معاملات محض ظنی ہیں، اور ظن یقین کے مقابل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ظن و گمان کی وجہ سے یقین کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

---

(۱) تکمیل الایمان، ص: ۱۷۰، الرحیم اکیڈمی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ [م ۱۳۴۰ھ] فرماتے ہیں:

’’صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ۔: وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیا نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ ورسول کے احکام کے خلاف ہے‘‘۔(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی [م ۸۵۲ھ] فرماتے ہیں:

’’لأن الشخص ليس مأمورا بالخوض فيما جرى بينهم، فإنه ليس من العقائد الدينية، ولا من القواعد الكلامية، وليس مما ينتفع به في الدين، بل ربما ضر في اليقين، فلا يباح الخوض فيه إلا للرد على المتعصبين، أو للتعليم كتدريس الكتب التي تشتمل على الآثار المتعلقة بذلك، وأما العوام فلا يجوز لهم الخوض فيه لشدة جهلهم، وعدم معرفتهم بالتأويل‘‘۔(۲)

ترجمہ: کسی بھی شخص کو صحابۂ کرام کے مشاجرات ومحاربات میں خوض کا حکم نہیں، کیوں کہ یہ عقائد دینیہ سے ہے نہ ہی قواعد کلامیہ سے اور نہ ہی ان امور سے کہ جن سے دین میں فائدہ حاصل کیا جائے، بلکہ کبھی کبھی یقین کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان معاملات میں خوض جائز نہیں ہے مگر متعصبین کا رد کرنے کے لیے یا ان کتابوں کو پڑھانے کے لیے جو اس سے متعلق آثار پر مشتمل ہوں۔ اور عوام کے لیے تو ان کی جہالت اور تاویل کا علم نہ ہونے کے سبب اس میں خوض بالکل بھی جائز نہیں۔

علامہ علاء الدین ابوبکر کاسانی حنفی [م ۵۸۷ھ] تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج:۲۹، ص:۳۶۱، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۲) الاصابة في تمييز الصحابة، ج: ۱، ص: ۲۵، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۵ھ

”والمجتهد يخطئ ويصيب عند أهل السنة والجماعة في العقليات والشرعيات جميعا“۔(۱)

ترجمہ: اہل سنت وجماعت کے نزدیک عقلیات وشرعیات میں مجتہد سے اجتہاد میں کبھی خطا واقع ہوتی ہے اور کبھی مصیب ہوتا ہے۔

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی مجددی [م ۱۰۳۴ھ] تحریر فرماتے ہیں:

”خلافے و نزاعے کہ درمیانِ اصحاب علیہم الرضوان واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست، در صحبتِ خیر البشر نفوسِ ایشاں بتزکیہ رسیدہ بودند واز امارگی آزاد گشتہ، ایں قدر می دانم کہ حضرت امیر درآں باب بر حق بودہ اند و مخالفِ ایشاں بر خطا بود، و اما ایں خطا خطائے اجتہادیست تا بحد فسق نمی رسانند بلکہ ملامت را ہم دریں طور خطا گنجائش نیست کہ مخطی را نیز یک درجہ است از ثواب“۔(۲)

ترجمہ: جو اختلافات ومحاربات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درمیان واقع ہوئے وہ خواہشات نفسانی کی وجہ سے نہیں تھے، خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہ کر ان کے نفوس پاک اور خواہشات سے آزاد ہو گئے تھے، میں اتنا جانتا ہوں کہ اس باب میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطا پر تھے لیکن یہ خطا اجتہادی تھی جو ان کو حد فسق تک نہیں پہنچاتی ہے بلکہ اس

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:۷، ص:۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۰۶ھ

(۲) مکتوبات امام ربانی، مکتوب: ۵۴، ج:۱، ص:۱۷، منشی نول کشور، لکھنؤ

خطا (خطائے اجتہادی) میں ملامت کی بھی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ اس میں مخطی کو بھی ایک درجہ ثواب ملتا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری تحریر فرماتے ہیں:

''یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ''ذنبک'' سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ''وللمؤمنین وللمؤمنٰت'' تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے''۔(۱)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ اپنے مبارک رسالہ ''اعتقاد الأحباب فی الجمیل والمصطفٰی والآل والاصحاب'' [۱۲۹۸ھ] میں عقیدۂ خامسہ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ سنت کا یہ عقیدہ کہ ''ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر'' یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت و اسلام حقیقی پر تا دمِ مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بدنصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے''۔(۲)

اسی رسالہ میں اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا ذکر جمیل یوں فرماتے ہیں:

---

(۱) فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص:۴۰۱، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۲) فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص:۳۶۳، مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

''عقیدہ خامسہ، اصحاب سیّد المرسلین واہلِ بیت کرام؛ ان (ملائکہ مرسلین وساداتِ فرشتگان مقربین) کے بعد (بڑی عزت ومنزلت اور قُرب قبول احدیت پر فائز) اصحابِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور اُنہیں میں حضرت بتول، جگر پارہ رسول، خاتونِ جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النسا فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دو جہاں کی آقازادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخِ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، باغِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسول، امامین کریمین (ہادیانِ باکرامت وباصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت وشہیدانِ جفا) تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن) نیرین (قمرین، آفتاب رُخ وماہتاب رُو) طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو) ابو محمد (حضرت امام) حسن وابو عبداللہ (حضرت امام) حسینؑ، اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت (امہات المومنین) ازواج مطہرات) علی المصطفٰی وعلیہم کلھم الصلوۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذاتِ حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔ (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلٰی درجاتِ والا مقامات) کی قدر ومنزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں، حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لیے مرتا ہے اور قبول حق اس کا وطیرہ ہے) آفتاب نیمروز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (برے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے۔ (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالی قادر مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کے محبوب وسید المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار وسر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز

وگوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال لمّا یرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی وکانِ عزت (کہ جو ہو گیا، جو ہوگا، اور جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا۔ انہیں کی مرضی پر ہوگا اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے۔ ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لیے خیار خلق کو) (کہ انبیا و مرسلین کے بعد تمام خلائق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس وانیس (ہم نشین وغم خوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہر گز نہیں تو جب کہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں، ان کی یاری و مددگاری، رفاقت وصحبت کے لیے منتخب فرمالیا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالی کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و ناتمامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شانِ محبوبی) ونہایت منزلت (وہ انتہائے عزت وجاہت اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے"۔(۱)

اسی میں ہے:

"اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت وجماعت پر، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثنا کے بغیر) نگاہِ تعظیم واجلال (اور نظرِ تکریم و توقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت ونشان) کرلیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیّارے جاننا، عقیدہ کرلیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (بار و نیکوکار) سرورِ عدول واخیار و اتقیاء وابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سر کا تاج ہے) تابعین سے لے کر تا بقیامتِ امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہر گز ہر گز ان میں سے ادنیٰ

---

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص: ۳۵۴، ۳۵۵، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

سے ادنی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں، جو قُربِ خدا انہیں حاصل دوسرے کو میسر نہیں ہے"۔(۱)

اپنے دوسرے رسالہ "امورِ عشرین درامتیازِ عقائد سُنّیین" میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"حضرات صحابہ کرام مخالفین کی خطا خطائے اجتہادی تھی جس کی وجہ سے ان پر طعن سخت حرام، ان کی نسبت کوئی کلمہ اس سے زائد گستاخی کا نکالنا بے شک رفض ہے اور خروج از دائرہ اہلسنت جو کسی صحابی کی شان میں کلمہ طعن وتوہین کہے، انھیں بُرا جانے، فاسق مانے، ان میں سے کسی سے بغض رکھے مطلقاً رافضی ہے"۔(۲)

خدائے تبارک وتعالیٰ ہمیں اہل بیت اطہار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی سچی الفت ومحبت اور غلامی عطا فرمائے کیوں کہ ان نفوس قدسیہ کی غلامی ہی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا ذریعہ وسبب ہے۔

---

(۱) فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۹،ص:۳۵۷،مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
(۲) فتاوی رضویہ مترجم، ج:۲۹،ص:۶۱۵،مطبوعہ رضا فاونڈیشن، جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

ماخذ ومراجع

نام مصنف مع سن وفات	نام کتاب
منزل من السماء	القرآن الکریم
الإمام احمد رضا خان القادری، م ۱۳۴۰ھ	کنز الایمان فی ترجمة القرآن
الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری، م ۲۵۶ھ	صحیح البخاری
الإمام مسلم بن حجاج، م ۲۶۱ھ	صحیح المسلم
العلامة أبو عیسی الترمذی، م ۲۷۹ھ	سنن الترمذی
العلامة ابن حجر الهیتمی، م ۹۷۴ھ	الصواعق المحرقة علی اهل الرفض والضلال والزندقة
المفتی احمد یار خان نعیمی، م ۱۳۹۱ھ	تفسیر نعیمی
العلامة نعیم الدین مرادآبادی، ۱۳۶۷ھ	خزائن العرفان
العلامة مرتضی الزبیدی، ۱۲۰۵ھ	تاج العروس من جواهر القاموس
العلامة ابن حجر عسقلانی، م ۸۵۲ھ	فتح الباری شرح صحیح البخاری
العلامة سعد الدین تفتازانی، م ۷۹۳ھ	شرح التلویح علی التوضیح
الإمام القسطلانی، م ۹۲۳ھ	ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری
العلامة اسمٰعیل حقی، م ۱۱۲۷ھ	تفسیر روح البیان
العلامة ملا علی القاری، م ۱۰۱۴ھ	مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح

الكتاب	المؤلف
البناية شرح الهداية	العلامة ابن حجر عسقلانی، م۸۵۲ھ
فضائل الصحابة	الإمام احمد بن محمد بن حنبل، م۲۴۱ھ
الأشباه والنظائر	العلامة ابن نجيم مصری، م۹۷۰ھ
نور الأنوار	ملا أحمد جيون، م۱۱۳۰ھ
تفسير الخازن	العلامة الخازن، ۷۴۱ھ
تفسير البغوی	أبو محمد حسين البغوی، م۵۱۰ھ
تفسير القرطبی	العلامة شمس الدين القرطبی، م۶۷۱ھ
حاشية الشهاب على تفسير البيضاوی	العلامة شهاب الدين الخفاجی، م۱۰۶۹ھ
تنزيه الأنبياء عما نسب اليهم حثالة الأغبياء	العلامة ابن خمير، م۶۱۴ھ
بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع	العلامة علاء الدين الكاسانی، م۵۸۷ھ
تفسير الرازی	الامام فخر الدين الرازی، م۶۰۶ھ
البحر المحيط فی التفسير	العلامة أبو الحيان الأندلسی، م۷۴۵ھ
الفواتح الإلهية والمفاتيح الغيبية	الشيخ علوان، م۹۲۰ھ
التفسير المظهری	قاضی محمد ثناء الله المظهری، م۱۲۲۵ھ
شرح النووی على مسلم	الإمام النووی، م۱۳۹۲ھ
السراج المنير فی الإعانة على معرفة بعض معانی كلام ربنا الحكيم الخبير	العلامة شمس الدين محمد الخطيب الشيرينی الشافعی، م۹۷۷ھ
تفسير البيضاوی	الامام ناصر الدين البيضاوی، م۶۸۵ھ
الفقه الأكبر	المنسوب الى ابی حنيفة النعمان، م۱۵۰ھ
السنن الكبرى للبيهقی	الامام أبو بكر البيهقی، م۴۵۸ھ

فیض القدیر	العلامۃ ابن زین العابدین الحدادی، م ۱۰۳۱ھ
الناھیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ	العلامۃ ابو عبد الرحمن الملتانی، م ۱۲۳۹ھ
البدایۃ و النہایۃ	العلامۃ ابن الکثیر القرشی، م ۷۷۴ھ
فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت	العلامۃ عبد العلی محمد بن نظام الدین، م ۱۲۲۵ھ
تفسیر الزمخشری	الامام جار اللہ الزمخشری، م ۵۳۸ھ
تکمیل الإیمان	الشیخ عبد العزیز الدھلوی، م ۱۲۳۹ھ
المبسوط للسرخسی	شمس الأئمۃ السرخسی، م ۴۸۳ھ
تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	العلامۃ فخر الدین الزیلعی، م ۷۴۳ھ
الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ	العلامۃ ابن حجر عسقلانی، م ۸۵۲ھ
مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی السرھندی، م ۱۰۳۴ھ
العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ	الإمام احمد رضا خان القادری، م ۱۳۴۰ھ
اعتقاد الأحباب فی الجمیل و المصطفٰی و الآل و الاصحاب	//
امورِ عشرین در امتیازِ عقائد سُنّیین	//
بہارِ شریعت	العلامۃ امجد علی الأعظمی، م ۱۳۶۷ھ
ضمیمہ بہارِ شریعت	العلامۃ السید ظہیر الدین أحمد زیدی
غرائب القرآن	العلامۃ عبد المصطفی الأعظمی
تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ	العلامۃ عبد القادر البدایونی، ۱۳۱۹ھ
شرح معانی الآثار	الإمام أبو جعفر الطحاوی، م ۳۲۱ھ

کتاب	مصنف
مسند الإمام أحمد بن حنبل	الإمام احمد بن محمد بن حنبل، م ۲۴۱ھ
نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری	مفتی شریف الحق امجدی، م ۱۴۲۱ھ
مشکلات الحدیث	العلامۃ احمد سعید الکاظمی، م ۱۴۰۶ھ
انبیائے کرام گناہ سے پاک ہیں	الإمام احمد رضا خان القادری، م ۱۳۴۰ھ
نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری	شارح الحدیث غلام رسول سعیدی
کشف الأسرار شرح أصول البزدوی	شیخ الاسلام عبد العزیز البخاری، م ۷۳۰ھ
فصول البدائع في أصول الشرائع	العلامۃ شمس الدین الفناری، م ۸۳۵ھ
تفسیر العز بن عبد السلام	سلطان العلماء عز الدین الدمشقی، م ۶۶۰ھ
فتوی باغ فدک	فقیہ الملۃ العلامۃ جلال الدین احمد الأمجدی